Registered No. L. 5340

جلد ۳۳

عدد ۳

ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ

ماہنامہ

ترجمان القرآن

علوم قرآنی و حقائق فرقانی کا ذخیرہ

مرتبہ

نعیم صدیقی

جاری کردہ :

سید ابوالاعلیٰ مودودی

دفتر رسالہ "ترجمان القرآن"

۱۰۔ اے ذیلدار پارک، اچھرہ۔ لاہور

قیمت سالانہ پانچ روپے برائے پاکستان قیمت فی پرچہ آٹھ آنے

" سات روپیہ آٹھ آنے برائے ہندوستان " گیارہ آنے

فہرست مضامین

جلد ۲۸	جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ مطابق مئی ۱۹۴۶ء	عدد ۶

ایک ضروری گذارش

چونکہ رسالہ ترجمان القرآن کی مانگ کے مقابلہ میں کاغذ کا کوٹہ بہت ہی کم منظور ہوا ہے اس لیے ہم اپنا ایک پرانا قاعدہ بدلنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یعنی یہ کہ اب اگر کوئی خریدار رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت کرے، اور بروئے اندراجاتِ دفتر پرچہ کے پوسٹ ہونے کا ہم کو یقین ہو تو پرچہ دوبارہ نہیں بھیجا جائے گا۔ آئندہ پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع پا کر ہم صرف یہ دیکھیں گے کہ شکایت کنندہ کا پرچہ روانہ ہو چکا ہے یا نہیں، اگر روانہ نہ ہوا ہو تو روانہ کر دینگے اور اگر ایک دفعہ روانہ ہو چکا ہو تو دوبارہ نہ بھیجیں گے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم نے ڈاک خانہ سے رسید لے کر پرچہ پوسٹ کرنے کا خاص انتظام کر لیا ہے۔

منیجر "ترجمان القرآن"

سید ابوالاعلیٰ مودودی پرنٹر و پبلشر نے مرکنٹائل پریس چمبرلین روڈ لاہور میں چھپوا کر دارالاسلام، پٹھان کوٹ (پنجاب) سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

اس سلسلہ میں بعض باتیں دعوت کی زبان اور انبیاء کے طرز کلام اور طریقِ استدلال سے متعلق بھی جان لینی ضروری ہیں۔ ایک داعی کا مقصد مجرد ایک حقیقت کو ظاہر کر دینا ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حقیقت پوری طرح آشکارا ہو جائے تاکہ خواص بھی اس کو اچھی طرح سمجھ لیں اور عوام کے لیے بھی اس کے سمجھنے میں کوئی دقت نہ رہ جائے۔ نیز یہ کہ وہ حقیقت نہایت خوبصورت طریق پر ظاہر ہو تاکہ سننے والوں میں سے جن کے دلوں میں قبول حق کی کچھ بھی صلاحیت ہے وہ اس کو قبول کر لیں اور اعراض کرنے والوں کے اعراض کے لیے ان کی بدذوقی اور ہٹ دھرمی کے سوا اور کوئی وجہ باقی نہ رہ جائے۔ اس مقصد کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ دعوت کی زبان موثر اور داعی کا طرز استدلال فطری اور دلنشین ہو۔ لیکن تاثیر اور کشش پیدا کرنے کے بہت سے مصنوعی اور غیر فطری طریقے بھی ہیں جن سے کلام میں ایک ظاہری کشش اور دلفریبی پیدا کی جا سکتی ہے۔ مثلاً عرب جاہلیت میں کاہن لوگ سجع آرائی اور قافیہ پیمائی سے اپنے کلام میں شان پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ خطباء اپنی لفاظی اور آتش بیانی سے اپنے کلام کے زور و اثر کو بڑھاتے تھے۔ شعراء اپنی مبالغہ آرائی اور رندی و ہوسناکی کی دعوت سے لوگوں کو وجد میں لاتے تھے۔ اسی طرح اس زمانہ میں واعظ اور خطیب شعروں اور قصوں کی مدد سے اپنے کلام میں تاثیر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اخبار نویس اور سیاسی مقررین جھوٹ اور مبالغہ سے اپنی دوکان چلاتے ہیں۔ اشتہاری دوا فروش جھوٹے قصوں سے اپنا اعتبار بڑھاتے ہیں۔ ان چیزوں سے کلام میں ایک اثر تو ضرور پیدا ہو جاتا ہے لیکن ان کی حقیقت جھوٹے ملمع سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے جو لوگ دنیا میں حق کی دعوت کے لیے اٹھتے ہیں نہ تو یہ بات ان کے شایان شان ہے کہ ان مزخرف چیزوں سے

اپنی دعوت کی رونق بڑھائیں اور نہ وہ اپنی زبان اور اپنے کلام کو ان چیزوں میں سے کسی چیز سے آلودہ کرتے۔ بلکہ ان جھوٹی اور نمائشی چیزوں کی جگہ وہ اس مقصد کے لیے دوسری چیزیں اختیار کرتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ جائز اور صحیح ہوتی ہیں بلکہ فطرت انسانی کے ساتھ وہ گہری مناسبت بھی رکھتی ہیں اور اس وجہ سے ان سے جو اثر پیدا ہوتا ہے وہ جھوٹے ملمعوں کی طرح ایک ہی رگڑ میں اڑ نہیں جاتا بلکہ امتحان کی بھٹیوں میں جلنے کے بعد اس کا جوہر اور زیادہ نکھر کے سامنے آتا ہے۔

یہ بات کہ دعوت کا کام صرف اس طرز کے کلام سے نہیں چل سکتا جو علمی اور مجلسی قسم کی بحثوں کے لیے موزوں ہے اس قدر واضح ہے کہ اس پر کسی بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک داعی کا کام واقعات کی روایات کرنے والے مورخ، قانون کی دفعات مرتب کرنے والے مقنن اور فلسفہ و ریاضی کے مسائل بیان کرنے والے ایک فلسفی اور عالم ریاضی سے بالکل مختلف ہے۔ ایک طرف تو اس کا موضوع اتنا وسیع ہوتا ہے کہ ساری انسانی زندگی اس کے تحت آ جاتی ہے، دوسری طرف اس کے مخاطب طبیعت و مزاج کے لحاظ سے بھی مختلف ہوتے ہیں اور ذہن و ادراک کے اعتبار سے بھی متفاوت ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اپنے مشن کے ساتھ اس کا لگاؤ بھی اس طرح کا نہیں ہوتا جس طرح کا لگاؤ ایک مجلسی مضمون نگار کو اپنے مضمون کے ساتھ یا ایک وکیل کو اپنے مقدمہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اس کے لیے زندگی اور موت کا سودا ہوتا ہے اور اس کی تکمیل کے لیے اسے جی جان کی بازی لگانی پڑتی ہے۔ ایسی حالت میں نہ تو وہ اتنی بات پر قانع ہو سکتا کہ جو بات اسے کہنی ہے کسی نہ کسی طرح ایک مرتبہ کہہ ڈالے اور نہ اتنے سے اس کا کام ہی بن سکتا، بلکہ لازماً اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ جس بات کو بھی کہے ایسی وضاحت و خوبی کے ساتھ کہے کہ اس کا کوئی پہلو گنجلک نہ رہ جائے اور ایسے موثر اور دلنشین انداز میں پیش کرے کہ جس دل کے اندر سماعت حق کی ادنیٰ صلاحیت بھی ہو اس میں گھر کر جائے۔ چنانچہ اسی جذبہ کے ماتحت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی کہ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي (اے میرے پروردگار میرے سینے کو کھول دے، میرے کام کو (دعوت حق کے کام کو) آسان کر اور میری

زبان کی گرہ کھول دے کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ لیں) نیز حضرت ہارون کے لیے دعا فرمائی کہ ان کو میرے اس کام میں شریک کر دے تاکہ ان کی زبان آوری میرے نقصِ گویائی کی تلافی کر سکے اور یہ دعوت کا کام جو میرے سپرد کیا گیا ہے ناتمام نہ رہ جائے۔

اب ہم بالاختصار ان چیزوں کی طرف اشارہ کریں گے جو انبیاء اور حق کے داعیوں کے کلام اور طرزِ استدلال کی خصوصیات میں سے ہیں اور جن کو ان کے کلام کی تاثیر میں، ان کی اعلیٰ سیرت اور پاکیزہ تعلیم کے سوا، ہر چیز سے زیادہ دخل ہے اور جن سے کوئی داعی حق بھی کسی زمانہ میں مستغنی نہیں ہو سکتا۔

۱۔ سب سے پہلی چیز جو ہمیشہ انبیاء اور حق کے داعیوں کی خصوصیات میں سے رہی ہے یہ ہے کہ انھوں نے جس قوم کو دعوت دی ہے اسی کی زبان میں دعوت دی ہے تاکہ قوم کے ہر گروہ اور ہر طبقہ پر اللہ کی حجت پوری ہو سکے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔ (اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ ان پر اچھی طرح حق کو واضح کر سکے)۔ جس طرح یہ بات بالکل فطری اور معقول معلوم ہوتی ہے کہ ہر داعی حق کی دعوت کا اصل میدان اس کی قوم کو ہونا چاہیے اور اپنی قوم کو گمراہی میں چھوڑ کر اس کے لیے یہ بات زیبا نہیں ہے کہ وہ دوسروں کو کلمۂ نصیحت سنانے کے لیے خشکی و تری کا سفر کرے، اسی طرح یہ بات بھی بالکل فطری اور معقول معلوم ہوتی ہے کہ ہر داعی حق کو اپنی قوم کی زبان ہی کو اس کے اندر دعوت کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ جو لوگ ان باتوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اصلی حقداروں کی حق تلفی بھی کرتے ہیں اور اپنی صلاحیتِ کار کو برباد بھی کرتے ہیں اور ان دونوں باتوں کے لیے وہ عند اللہ مسئول ہوں گے۔ ہر آدمی جس قوم کے اندر پیدا ہوتا ہے اور اس سے جس زبان کو اخذ کرتا ہے اس کے اندر کام کرنے کی جو صلاحیت وہ رکھتا ہے یا حاصل کر سکتا ہے دوسری قوم یا دوسری زبان کے اندر وہ مشکل ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے ہر داعیٔ حق کے لیے صحیح طریق کار یہی ہے کہ وہ اپنی قوم کی زبان ہی کو اپنی دعوت و تبلیغ کا ذریعہ بنائے اور اس بات کی ہرگز پروا نہ کرے کہ کوئی دوسری زبان اس کی اپنی زبان سے زیادہ ترقی یافتہ اور وسیع ہے اور اس میں تقریر کرنا یا مضمون

لکھنا زیادہ وسیع حلقہ تک اپنے خیالات کو پہنچانے اور زیادہ عزت و شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ایک داعیِ حق کے پیش نظر اولین شے یہ نہیں ہوتی کہ جو دعوت وہ لے کر اٹھا ہے اس کے زیادہ سے زیادہ کانوں تک پہنچ جانے کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے بلکہ وہ سب سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ جن لوگوں کی ہدایت و خدمت پر وہ خدا و فطرت کی طرف سے مامور ہے ان کے دلوں میں گھسنے کا سب سے زیادہ موثر اور قریبی ذریعہ کیا ہے۔ اگر وہ ذریعہ تنگ اور محدود ہے اور اس کے اختیار کرنے سے اس کی شہرت اور شخصیت کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اس کی پروا نہیں کرتا بلکہ اسی کو اختیار کرتا ہے کیونکہ جو مقصد اس کے پیش نظر ہے اس کے حاصل ہونے کا ذریعہ وہی ہے۔ جس دہقان کی جھولی میں چند بیج ہیں اور ان کو بہرحال وہ اپنے چھوٹے سے کھیت ہی میں بونا چاہتا ہے اسے اس سے کیا غرض کہ آج دنیا میں تخم ریزی کے ایسے آلات بھی پیدا ہو گئے ہیں جو چشم زدن میں ایک وسیع رقبہ کے اندر تخم ریزی کر دیتے ہیں! حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "میرے پاس جو روٹی ہے وہ بچوں ہی کے لیے کافی ہے، میں اس کو کتوں کے آگے ڈال کر بچوں کو بھوکا نہیں رکھ سکتا"۔ حضرت کے اس قول پر بعضوں نے نافہمی سے اعتراضات کیے ہیں اور ان پر العیاذ باللہ تنگ نظری کا الزام لگایا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل حقیقت ہے۔ ہر آدمی کے کام کرنے کا ایک فطری دائرہ ہے اور وہ صحیح اور نتیجہ بخش کام اسی وقت تک کر سکتا ہے جب تک اپنی جد و جہد کو اس دائرہ کے اندر محدود رکھے۔ اگر وہ اس سے بڑھ کر ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کرتا ہے تو حقیقت میں اپنی طاقت برباد کرتا ہے اگرچہ وہ اس مغالطہ میں مبتلا ہوتا ہے کہ اب اس کی جد و جہد کا میدان پہلے کی نسبت زیادہ وسیع ہو گیا ہے۔ ہمارے اس ملک میں بھی جو لوگ کسی حق یا باطل دعوت میں اپنا سرمایۂ زندگی لگائے ہوئے ہیں وہ وقت کی ترقی یافتہ زبانوں میں کمال رکھنے کے باوجود اپنے اظہار خیال کا ذریعہ انہی لوگوں کی زبان کو بنائے ہوئے ہیں جن کے اندر انھیں کام کرنا ہے اور ان کو ہرگز اس بات کی پروا نہیں ہے کہ ایک محدود زبان میں کام کرنے کی وجہ سے ان کی شہرت و عظمت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ البتہ جن لوگوں کے اندر ابھی مقصد کا سچا عشق نہیں پیدا ہوا ہے وہ ہوا میں اُڑ رہے ہیں اور شاید اسی طرح اڑتے رہیں گے۔

---

(۲) انبیا اور داعیوں کے کلام کی دوسری خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان کا کلام، کلامِ مبین ہوتا ہے۔ کلامِ مبین سے مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کی اس بولی میں گفتگو کرتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ خوبی اور صفائی کے ساتھ حرفِ مدعا کو قوم کے ہر حلقہ تک پہنچا سکے۔ اس میں نہ اغلاق و ابہام ہوتا ہے نہ غیر ضروری طوالت، نہ استعارات و تشبیہات کی کثرت ہوتی ہے نہ عقل آزما تلمیحات کی زیادتی نہ ثقیل اور غیر مانوس الفاظ کی بھرمار ہوتی ہے نہ رکاکتِ ابتذال کا کوئی شائبہ۔ دھلی ہوئی زبان، بے تکلف استعارے حقیقت کو مجاز کے بھیس میں دکھا دینے والی تشبیہیں اور تمثیلیں، مزید برآں سختی کے بجائے دلسوزی خشونت کے بجائے لینت اور آرائشِ بیان کے بجائے سادگی اور صفائی۔ وہ اپنے وقت کی مختلف طرزوں (سٹائل) میں سے اس طرز کو اختیار کرتے ہیں جو وقار، اثر انگیزی اور وضاحتِ مقصد کے لیے سب سے زیادہ موزوں اور اعلیٰ ہوتی ہے پھر اپنے نفس کی بلندی، اپنے ولولۂ دعوت کی گرمی و دلسوزی اور اپنے علم کی یقین آفرینی اور ایمان بخشی اور سب سے زیادہ اپنے مدعا کو سمجھانے کی گہری خواہش سے اس کو اس قدر ترقی دے دیتے ہیں کہ ایک نیا اسٹائل پیدا ہو جاتا ہے جو خود نمونہ اور مثال کا کام دینے لگتا ہے۔ اس سٹائل کی اصلی خصوصیت اس کی دلنشینی اور افہام کی صلاحیت ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس کی روانی اور سادگی کی وجہ سے اس میں ایسی ادبی خوبی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے آگے بڑے بڑے ادیبوں کے کلام بالکل بے جان معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اس کے لفظ لفظ سے رس ٹپکتا ہے اور فقرہ فقرہ سے روح کو غذا ملتی ہے۔ اس کی تاثیر سے نہ صرف افراد کی بلکہ قوموں کی زندگیاں تبدیل ہو جاتی ہیں اور ایک داعیِ حق کے ہاتھ میں یہ وہ طاقت ہے جس کا مسلح فوجیں بھی مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیا نے، جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے، اس کے لیے دعائیں کی ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں دعوتِ دین کی اس مظلومیت پر ترس آتا ہے کہ یہاں جو حضرات اس فرض کو انجام دے سکتے تھے یعنی علمائے دین وہ ہمیشہ اپنی کج مج بیانی کے لیے بدنام رہے ہیں۔ اولاً تو یہ حضرات اس زبان میں لکھنے اور بولنے ہی کو کسرِ شان سمجھتے رہے جس زبان کو یہاں "لسانِ قوم" کی حیثیت حاصل تھی ثانیاً اگر اس میں لکھنا اور بولنا شروع بھی کیا تو ان کی ایک خاص زبان بن گئی

جو اپنی ثقالت، خشکی اور غیر ضروری طوالت یا مانع فہم ایجاز کے لیے مشہور ہے۔ اور کسی کتاب سے بدگمان کردینے کے لیے یہ فقرہ بالکل کافی ہوتا ہے کہ اس کا طرز تحریر بالکل "مولویانہ" ہے۔ یہ صورت حالات بجائے خود نہایت رنجیدہ تھی لیکن مزید ستم یہ ہوا کہ یہ حضرات تو اپنی "ثقل زبانی" کے لیے بدنام رہے اور جو گروہ مذہب سے بے تعلق یا اس کا مخالف تھا اس نے قوم کی زبان پر قبضہ کرلیا اور اب تک بظاہر اسی کا قبضہ چلا آرہا ہے۔

۳۔ انبیاء اور حق کے داعیوں کے کلام کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے ایک مقصد کی طرف ہزار راہوں سے آتے ہیں۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں اس چیز کو تصریف آیات سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی ایک مدعا کو مختلف اسلوبوں اور پہلوؤں سے سمجھانے کی کوشش کرنا۔ میر انیس مرحوم کے الفاظ میں:

ع ایک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

داعی کے کلام میں یہ گوناگونی اس کے اصل مقصد یعنی افہام اور اتمام حجت کے لحاظ سے ضروری ہے۔ جو بات ایک پہلو سے نہیں سمجھ میں آتی وہی بات جب دوسرے پہلو سے سامنے آتی ہے تو اس طرح دل میں اتر جاتی ہے گویا ہمارے ہی دل کی بات تھی۔ آدمیوں کے مذاق طبیعت اور رجحان کی طرح ان کے دماغ کے کینڈے مختلف ہوتے ہیں اور حالات کے اختلاف سے ان کے رخ بدلتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے لازمی ہے کہ جو شخص ان کے دل میں کوئی بات، مسلک زندگی کی حیثیت سے، اتارنے کا درد رکھتا ہو ان کے کینڈے کے اختلاف اور رخ کی تبدیلی کے لحاظ سے مختلف سمتوں سے ان کے پاس آئے۔ اگر ایک ہی راہ سے، ایک ہی رنگ میں آئے گا، تو ایک داعی کی حیثیت سے وہ اپنے مقصد میں بالکل ناکام رہے گا کیونکہ اس کی یہ یکرنگی اس فطرت کے بالکل خلاف ہے جو اپنے ہر گوشہ میں تنوع پسند اور رنگارنگ واقع ہوئی ہے۔ جو لوگ داعی کے فرض کی نوعیت اور انسانی فطرت کے ان احوال سے واقف نہیں ہیں ان کے سامنے جب

داعیانہ کلام آتا ہے تو وہ اس پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں کہ اس میں غیر ضروری طوالت ہے، اس میں ایک ہی بات کی تکرار ہے، یہ تھکا دینے والا ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہ اس بات پر نہیں غور کرتے کہ ایک داعی کا کام ایک اکیڈمک طرز کے مضمون نگار سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس کے پیشِ نظر صرف چند یکرنگ آدمیوں کے سامنے اپنے خیال کو ظاہر کرنا ہوتا ہے اور اس بیچارے کو مختلف المزاج، مختلف الفطرت اور مختلف الاستعداد دلوں کے اندر اپنی بات اتارنے کے لیے راہ پیدا کرنی پڑتی ہے۔ اس کی کامیابی کے لیے یہ بس ہے کہ اس نے اپنا ما فی الضمیر ایک خوبصورت اسلوب سے ادا کر دیا اور اس کی کامیابی کے لیے یہ شرط ہے کہ دوست دشمن سب پکار اٹھیں کہ تو نے پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ اسی طرح ہم اپنے دلائل مختلف ڈھنگ سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ اچھی طرح سمجھ جائیں اور پکار اٹھیں کہ تم نے سنانے کا حق ادا کر دیا اور تاکہ ان لوگوں کے لیے جو علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ہم پوری طرح اس کو واضح کر دیں۔

۴۔ دعاۃ حق کے کلام کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح وہ حجت واستدلال سے مملو ہوتا ہے اسی طرح جوش اور جذبہ سے بھی لبریز ہوتا ہے۔ وہ خشک فلسفیوں کی طرح صرف عقل ہی کو خطاب نہیں کرتے بلکہ انسان کے اعلیٰ جذبات سے بھی اپیل کرتے ہیں۔ جذبات سے اپیل کرنا کوئی برائی نہیں ہے۔ برائی اگر ہے تو انسان کے حیوانی جذبات سے اپیل کرنا ہے جس سے اہلِ حق ہمیشہ احتراز کرتے رہے ہیں۔ انسان کے اندر اصلی محرک طاقت عقل نہیں ہے بلکہ جذبات ہیں اس وجہ سے کوئی داعی، جو زندگی کے نظام میں کسی تبدیلی کی دعوت لے کر اٹھا ہو یا پورے نظامِ زندگی کو ڈھا کر اس کو ازسرِ نو نئی بنیادوں پر قائم کرنا چاہتا ہو، بغیر جذبات کو ابھارے اپنے مقصد کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جو حضرات اپنی علمی تحقیقات کے نوادر ولطائف بیان کر کے دوسروں کو محظوظ کر دینے اور اپنا جی خوش کر لینے کو مقصودِ زندگی بنائے ہوئے ہیں وہ اس داعیانہ رنگ کو مدعیانہ رنگ" سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ ایک داعی کے کلام میں جو جوش و جذبہ ہوتا ہے وہ ادعاء کا نتیجہ نہیں

ہوتا ہے بلکہ یا تو یہ اس کے اس اعتقادِ راسخ (Conviction) کا نتیجہ ہوتا ہے جو اس کے دل کے اندر جوش مار رہا ہوتا ہے یا اس ہمدردی اور دل سوزی کا اثر ہوتا ہے جس کی آگ اس کے سینہ کے اندر بھڑک رہی ہوتی ہے۔ جو لوگ ایک داعی کی اس خاص حالت سے واقف نہیں ہوتے اور محض قرطاس و قلم کے مشغلہ کے اشتراک کی وجہ سے بھی اپنا ایک ہم مشرب سمجھے بیٹھے ہوتے ہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ اس کا کلام ان کے کلام کی طرح مردہ اور بے روح نہیں ہے بلکہ زندہ اور زندگی بخشنے والا ہے تو وہ اس کے جوش کو غرور اور ادعاء پر محمول کرتے ہیں حالانکہ ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ شکل و صورت کے اتحاد کے باوجود سیرتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کچھ ضرور نہیں کہ ہر سفید چیز چربی ہی ہو۔

تو و طوبیٰ و ما و قامت یار ۔۔۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب احمرت عیناہ وعلا صوتہ واشتد غضبہ حتی کانہ منذر جیش یقول صبحکم ومساکم۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بھاری ہو جاتی جوش تیز ہو جاتا یہاں تک معلوم ہونے لگتا کہ آپ کسی دشمن فوج کے آپڑنے کے خطرہ سے آگاہ کر رہے ہیں، فرماتے وہ تم پر صبح کو آپڑے یا شام کو"۔ ظاہر ہے کہ آپ کے کلام میں یہ گرمی آپ کے یقین اور قوم کے ساتھ ہمدردی کے جذبہ سے پیدا ہوتی تھی اور ہر سچے داعی پر اس طرح کی حالت طاری ہو سکتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض لوگ بالکل نمائشی طور پر اس جوش و جذبہ کا اظہار کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات دعاوی اور شطحات پر اتر آتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر شخص ایسا ہی ہو۔ جو لوگ جھوٹے ہوتے ہیں وہ زیادہ دنوں تک اپنے جھوٹ کو چھپا نہیں سکتے۔ زمانہ کھرے کھوٹے میں امتیاز کر ہی لیتا ہے۔ کوا نمائشی پر لگا کر کب تک طاؤس بنا پھرے گا!

۵۔ پانچویں خصوصیت ان کے کلام کی یکرنگی اور وحدتِ مقصد ہے۔ وہ اپنے ترکش کا ہر تیر ایک ہی نشانہ پر مارتے ہیں۔ پیشہ ور مضمون نگاروں اور مقرروں کی طرح ان کا طریقہ یہ نہیں ہوتا کہ آپ ان سے

جس پلیٹ فارم پر چاہیں تقریر کرالیں، جس عنوان پر چاہیں مضمون لکھالیں اور جس جلسہ کی چاہیں صدارت کرالیں۔ وہ اپنے لفظ لفظ اور فقرہ فقرہ کو اللہ کی دی ہوئی امانت سمجھتے ہیں اور اس کے مصرف کے سوا کہیں اس کو ضائع نہیں کرتے۔ آپ ان کی ہر تحریر و تقریر میں ایک ہی صدا پائیں گے۔ دوسرے موضوع کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں ان پر تقریر و تحریر سے کتنی ہی بڑی عزت و شہرت کیوں نہ حاصل ہوتی ہو اور گو بظاہر ان میں دینی و ملی فوائد کا کوئی پہلو بھی کیوں نہ نظر آتا ہو لیکن وہ کسی غیر متعلق یا ضمنی چیز پر اپنی زبان اور قلم کی قوت صرف نہیں کرتے۔ اس چیز کو قرآن نے فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ "ہر وادی میں بھٹکنے" سے تعبیر کیا ہے اور انبیاء اور صلحاء کو اس سے بری قرار دیا ہے۔ اس دنیا کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ اس دنیا میں برا یا بھلا کوئی انقلاب اگر پیدا ہوا ہے تو ان لوگوں کے زبان و قلم سے ہوا ہے جنھوں نے اپنی ساری قوت کسی متعین ہدف پر صرف کی ہے، یوں ہی ہوا میں تیر نہیں پھینکتے رہے ہیں۔

۶۔ چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے کلام کو ہر اس چیز سے پاک رکھتے ہیں جو مخاطب کے اندر ضد اور مخالفت کا جذبہ پیدا کرے کیونکہ یہ چیز ان کے مقصد کے بالکل خلاف ہے۔ مثلاً مخاطب سے گفتگو کے وقت نہ تو اپنی برتری کا اظہار کرتے نہ اس کی غلط زندگی پر بانداز استخفاف تنقید کرتے بلکہ جو کچھ کہتے ہیں نرمی اور ہمدردی کے ساتھ کہتے ہیں۔

اِذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ	فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہوگیا ہے اور اسے نرمی سے سمجھاؤ تاکہ یاددہانی حاصل کرے یا ڈرے۔

اسی طرح وہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکالتے جس سے مخاطب کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگے۔ دلائل سے اس کے غلط مزعومات کی پرزور تردید تو کرتے ہیں لیکن خواہ مخواہ تحقیر کے الفاظ استعمال کرکے اپنے مقصد کو خود نقصان نہیں پہنچاتے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ	اور جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو گالی نہ دو کہ وہ بے جانے بوجھے اللہ کو گالی دے بیٹھیں۔

مخاطب کی ترش کلامی اور بدسلوکی کا جواب بھی شیریں کلامی سے دیتے ہیں کیونکہ ایک داعی حق کے لیے دلوں کے اندر راہ پانے کا طریقہ یہی ہے۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

(حٰم السجدہ ۵)

برائی اور بھلائی دونوں یکساں نہیں ہو سکتیں برائی کو بھلائی سے دفع کرو تو تم دیکھو گے کہ جو تمہارا دشمن تھا، اب وہ تمہارا دوست بن گیا ہے۔ اور یہ حکمت صرف ان لوگوں کو ملتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور ان کو ملتی ہے جو بڑے نصیبہ ور ہوتے ہیں۔ اگر تمہارے دل میں شیطان کی طرف سے کوئی وغدغہ پیدا ہی ہو جائے تو اللہ کی پناہ ڈھونڈھو وہ سننے والا

مناظرانہ انداز کلام سے ہمیشہ بچتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر مخاطب کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ مناظرہ پر اتر آیا ہے تو داعی حق سلام کر کے وہاں سے چل دیتا ہے کیونکہ مناظرہ اور دعوت حق میں تضاد ہے۔

فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُسْتَقِيمٍ وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ

(الحج ۹)

پس وہ اس معاملہ میں تم سے جھگڑنے کی کوئی راہ نہ پائیں اور تم اپنے رب کی طرف دعوت دو، تم ایک سیدھی راہ پر ہو۔ اگر وہ تم سے مناظرہ کرنا چاہیں تو کہہ دو اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ تمہارے درمیان قیامت کے روز فیصلہ کریگا ان چیزوں کے بارہ

مناظرہ اگر کرتے بھی ہیں تو نہایت بہتر طریق پر یعنی اپنے اور مخاطب کے درمیان قدر مشترک تلاش کر کے اس کے لوازم و نتائج کی دعوت دیتے ہیں۔

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

(۶ عنکبوت)

اور اہل کتاب سے مناظرہ نہ کرو مگر اس طریق پر جو بہتر ہے سوا ان کے جنھوں نے ظلم کیا ان میں سے اور کہو ہم ایمان لائے اس چیز پر جو ہم پر اتاری گئی اور تمہاری طرف اتاری گئی اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں

۷۔ داعئ حق کے کلام کی ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ وہ لفظ اور معنی، طول اور اختصار، انداز بیان اور لب و لہجہ میں سننے والے کی نفسیات کا لحاظ رکھتا ہے۔ مثلاً حضور نے فرمایا خوش خبری دو، لوگوں میں نفرت نہ پیدا کرو۔

اسی طرح آپ نے تاکید فرمائی کہ جب نصیحت کرو تو مختصر کرو؛ خطبہ کے اختصار کو خطیب کی فقاہت کی علامت قرار دیا۔

یقول ان طول صلوٰۃ الرجل و قصر خطبتہ مئنۃ من فقھہ فاطیلوا الصلوٰۃ واقصروا الخطبۃ وان من البیان لسحرا	فرماتے تھے آدمی کی نماز کا طویل ہونا اور خطبہ کا مختصر ہونا اس کی فقاہت کی علامت ہے تو نماز کو لمبی کرو اور خطبہ کو مختصر کرو اور بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔

اگر مخاطب کم فہم ہو یا بات باریک ہو تو اس کی تکرار اولیٰ ہے۔

کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلاثا حتی تفھم عنہ	آنحضرت کوئی بات فرماتے تھے تو اسے تین بار دہراتے تھے تاکہ خوب سمجھ میں آجائے ....

یہ چند باتیں دعوت کی زبان سے متعلق قابل لحاظ ہیں۔ آئندہ صحبت میں داعی کے طرز استدلال سے متعلق انشاء اللہ چند ضروری باتیں آئیں گی۔

اہم تجاویز

جو جماعت اسلامی کے اجتماع عام منعقدہ الہ آباد میں طے ہوئیں

۱- تربیت گاہ

آئندہ ماہ جولائی سنہ ۴۶ کے آغاز سے تربیت گاہ کا کام عملاً شروع کر دیا جائے گا اور اس کی تفصیلی شکل یہ ہو گی :-

۱- فی الحال ہم صرف پندرہ پندرہ آدمیوں کی جماعتیں بیک وقت بلائیں گے اور بالعموم ان کو ایک مہینہ تک مرکز میں رکھیں گے جن لوگوں کو اس سے زیادہ مدت رہنے میں کوئی زحمت نہ ہو اور ان کو زیادہ مدت ٹھیرانے کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہو ان کی مدت قیام تین مہینے تک وسیع ہو سکے گی اور جن لوگوں کے لیے ایک مہینہ ٹھیرنا بھی مشکل ہو ان کو کم سے کم پندرہ دن ٹھیرنا ہو گا

۲- اس تربیت گاہ کے کورس سے ہر رکن جماعت کو جو مرکز میں نہیں ہے لازماً گذرنا پڑیگا بجز ایسے لوگوں کے جن کو اس لزوم سے مستثنیٰ کر دیا جائے مگر تربیت گاہ میں آنے کا وقت اور تاریخ اور زمانۂ قیام مقرر کرنے میں ارکان کی سہولت کا حتی الامکان خیال رکھا جائے گا۔

۳- جون سے پہلے پہلے تمام مقامی جماعتیں اپنے ارکان سے دریافت کریں کہ اُن کے لیے کن تاریخوں میں مرکز جانے میں سہولت ہو گی، اور اگر کسی شخص کی بتائی ہوئی تاریخ پر اُس کو نہ بلایا جا سکے تو پھر اُس کے لیے کونسی تاریخ موزوں ہو گی۔ یہ تمام فہرستیں تاریخوں کی تصریح کے ساتھ پندرہ جون تک ناظم تربیت گاہ کے نام بھیجدی جائیں اور منفرد ارکان بھی اپنی سہولت کی تاریخوں سے ناظم تربیت گاہ کو مطلع کریں۔

۴- تربیت گاہ کے قیام کے مصارف نیز سفر کے مصارف ہر رکن کو یا تو خود برداشت

کرنے ہوں گے یا اس مقامی جماعت کو اس کی مدد کرنی ہوگی جس سے اس کا تعلق ہو لیکن مخصوص حالات میں کسی شخص کو مستحق سمجھا جائے گا تو مرکزی بیت المال سے بھی کفالت کی جا سکتی ہے۔

۵- اگرچہ یہ کورس صرف ہمارے ارکان کے لیے ہے لیکن ایسے ہمدردوں کو بھی ہم اس سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ دے سکیں گے جو مقام رکنیت سے قریب پائے جائیں۔

۳- ارکان کی حلقہ بندی

ارکان جماعت کو ان کی مخصوص صلاحیتوں اور قابلیتوں کے لحاظ سے منظم کرنے اور ان کی صلاحیتوں کو اسلامی نصب العین کی خدمت میں لگانے کے لیے حسب ذیل حلقے بنائے گئے ہیں:-

نمبر شمار	حلقہ (Group)	نام و پتہ ناظم حلقہ (Group Organiser)
۱	عربی ترجمہ اور عربی لٹریچر	مولانا مسعود عالم صاحب ندوی، دارالعروبہ، اڈہ ہکودر، جالندھر شہر
۲	قرآنی مضامین باغراض دعوت	مولانا عبدالغفار حسن صاحب، موتی بازار، مالیر کوٹلہ، پنجاب
۳	تنقیدی ادب	جناب ابو السلام نعیم صدیقی صاحب، دارالاسلام، پٹھانکوٹ، پنجاب
۴	عوامی لٹریچر لکھنے والے	مولانا نذیر الحق صاحب (میرٹھی) جامع مسجد، ڈلہوزی
۵	حلقہ اہل صحافت	جناب ملک نصر اللہ خان صاحب عزیز، اڈیٹر اخبار کوثر، نزد تھانہ گوالمنڈی، لاہور
۶	حلقہ سیاسیات	جناب عبدالبشیر صاحب آذری، پروفیسر اسلامیہ کالج، لاہور
۷	حلقہ معاشیات	جناب سید نقی علی صاحب، صدر مدرس، مدرسہ وسطانیہ کورٹلہ۔ براہ ڈچپلی- این، ایس، آر (دکن)
۸	حلقہ تاریخ	جناب خواجہ محمد صدیق صاحب اینگلو عربک سیکنڈری ہائر سکول، دریا گنج، دہلی
۹	حلقہ فلسفہ	جناب ممتاز حسین صاحب " " " " " "
۱۰	حلقہ قانون	جناب عبدالعظیم خان صاحب منصف سرونج (ٹونک)
۱۱	انگلش لٹریچر (انگریزی ادب کا حلقہ)	جناب پروفیسر محمد یعقوب صاحب، پروفیسر گورنمنٹ کالج، رہتک
۱۲	انگریزی ترجمہ	جناب اے، آر، صوفی صاحب- بی ۲- بملو۔ شملہ B.2 Bemloe, Simla

نمبر شمار	حلقہ (Group)	نام اور پتہ ناظم حلقہ (Group Organiser)
۱۳	ہندستانی ترجمہ	جناب حافظ ابو محمد امام الدین صاحب، رام نگر، بنارس اسٹیٹ
۱۴	سندھی ترجمہ	جناب حافظ عبد الرزاق صاحب، سندھ مدرسۃ الاسلام، کراچی۔
۱۵	گجراتی ترجمہ	جناب اسمٰعیل عثمان اخلاص صاحب ۱۲/۷۴ اے میکر سٹریٹ، ۳۰، مالا، بمبئی ۳
۱۶	بنگلہ ترجمہ	جناب سید محمد حسنین صاحب (قیم صوبہ بہار) دفتر جماعت اسلامی، گولار وڈ، بانکی پور، پٹنہ
۱۷	ملیالم ترجمہ	جناب حاجی وی، پی، محمد علی صاحب، اسلامک پبلشنگ ہاؤس ارمبلیم پوسٹ تریور۔ ساؤتھ مالابار
۱۸	تامل ترجمہ	مولوی شیخ عبد اللہ صاحب، ولتکم، براستہ میل پٹی، نارتھ آرکاٹ
۱۹	پشتو ترجمہ	جناب قاضی عبد الرزاق صاحب، موضع پھدیانا، تحصیل چارسدہ، ضلع پشاور
۲۰	فارسی ترجمہ	جناب محمود فاروقی صاحب مکان ۱۰۵/۳ب نظام شاہی روڈ، حیدرآباد، دکن
۲۱	درسی کتب سکول سٹینڈرڈ	جناب محمد عبد الجبار غازی صاحب۔ دار الاسلام، پٹھان کوٹ۔ پنجاب باعانت جناب خواجہ محمد صدیق صاحب انچارج حلقۂ تاریخ
۲۲	بچوں کے لیے آسان تحریریں	جناب محمد شفیع صاحب (غازی آبادی) ٹیچر اینگلو عربک سکنڈری ہائیر سکول، اجمیری گیٹ۔ دہلی
۲۳	تفریحی ادب	جناب ممتاز حسین صاحب انچارج حلقۂ فلسفہ
۲۴	حلقۂ شعراء	جناب ابو السلام نعیم صدیقی صاحب، دار الاسلام، پٹھان کوٹ، پنجاب
۲۵	حلقۂ تجارۃ و اہل صنعت	جناب سلطان احمد صاحب، فیبریز شو شاپ، لال باغ، نرگس، لکھنؤ

(ب) ارکان جماعت میں سے جو اصحاب جس حلقے کے کام میں عملاً حصہ لینے کی اپنے اندر قابلیت وصلاحیت اور رجحان پاتے ہوں وہ اس بارے میں اس حلقے کے ناظم صاحب سے مراسلت کریں۔

(ج) ہر حلقے کے ناظم صاحب اپنے رفقائے حلقہ کے مشورے سے کام کا ابتدائی نقشہ جلدی سے

جلدی تیار کر کے مرکز میں بھیجیں۔ کام عملاً اس وقت شروع ہوگا جب امیر جماعت ان کے بنائے ہوئے نقشے کی منظوری دیدیں گے۔ اگر ضرورت ہوئی تو اس غرض کیلیے اُن کے حلقے کی کانفرنس بھی مرکز میں منعقد کرلی جائے گی۔

(د) حسب ضرورت مرکز سے جملہ معاملات میں مشورہ لیا جاسکتا ہے۔ خاص صورتوں میں حلقے کے دوسرے لوگ بھی مرکز سے ضروری مراسلت کرسکتے ہیں لیکن عام طور پر صرف حلقوں کے ناظم ہی مرکز سے تعلق رکھیں گے اور وہی مرکز کو اپنے حلقے کی کارروائیوں اور اس کے کاموں کی رفتار سے واقف رکھیں گے۔

(ر) حلقے کے سلسلہ میں مراسلت وغیرہ یا دوسری قسم کے جو ضروری مصارف ہوں وہ حتی الامکان حلقے کے لوگوں کو باہم مل کر برداشت کرنے چاہئیں۔ ان کے لیے ناظم حلقہ کے پاس بیت المال کی طرز پر ایک فنڈ قائم کرلیا جائے اور حلقے سے تعلق رکھنے والے لوگ اس کی اعانت کرتے رہیں۔ حلقوں کے ناظم حسب ضرورت مرکز سے بھی اس بارے میں مدد لے سکتے ہیں۔

(س) جماعت کے قریبی ہمدردوں میں سے جو حضرات کسی حلقے کے ساتھ عملی تعاون کے خواہشمند ہوں وہ بھی ارکان کی طرح اپنے متعلقہ حلقے کے ناظم صاحب سے مراسلت کریں۔ البتہ یہ یاد رہے کہ پھر انھیں ارکان کی طرح اپنے حلقے کے ڈسپلن (نظم) کی پابندی کرنی ہوگی۔

(ص) ارکان اور ہمدردوں کو چاہیے کہ یہ اطلاعات ۱۵ر جون ۴۶ء تک حلقوں کے ناظموں کے پاس بھیجدیں اور وہ اپنے حلقے کی فہرست مکمل کر کے اس کی ایک ایک نقل ۱۵ر جولائی تک مرکز میں روانہ کردیں۔

۲۔ نظم جماعت کے متعلق ضروری امور

(۱) اجتماع الہ آباد میں رپورٹیں پیش کرنے کے لیے جو حلقے بنائے گئے تھے ان کو بدستور قائم رکھا جائے اور ہر حلقے کی رپورٹ مرتب کرنے کا کام جن اصحاب کے سپرد کیا گیا تھا (باقی مضمون صفحہ ۴۳ پر)

روداد جماعت اسلامی بابت سنہ ۶۴-۶۵ء / ۸۴-۸۵ھ

(از جناب طفیل محمد صاحب قیم جماعت اسلامی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ
واصحابہ اجمعین ۰

امیر جماعت، محترم بھائیو اور بہنو! چونکہ حاضرین اجتماع میں ارکانِ جماعت اور ہمارے قریبی ہمدردوں کے علاوہ بہت سے ایسے احباب بھی موجود ہیں جو ہمارے کام کو سمجھنے کے لیے تشریف لائے ہیں اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ گذشتہ سال کی روداد جماعت پیش کرنے سے پہلے مختصر الفاظ میں جماعت کے نصب العین اور اس کے طریق کار کی بھی تشریح کردوں۔

جماعتِ اسلامی کا نصب العین اور مقصدِ تشکیل

صاحبو! جب ہم اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم وہ گروہ انسانی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو اس دنیا میں انبیاء کرام کا جانشین ہے۔ جس کے ایک ایک فرد نے اپنی منفرد حیثیت میں اور پورے گروہ نے بحیثیت مجموعی اپنے آپ کو کلیتہً اپنے رب کے حوالے کر دیا ہے اور اپنی پوری زندگی اور اس کے سارے معاملات کو غیر مشروط اور برضا و رغبت خدا کی اطاعت و بندگی میں دیدیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ہر طرف سے منہ موڑ کر پوری یکسوئی اور طمانیت قلب کے ساتھ فقط اللہ رب العالمین کو اپنا الٰہ و رب، خالق و مالک، حاکم اور واضع قانون مان لیا ہے، سب کو چھوڑ کر فقط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما اور قائد و پیشوا بنا لیا ہے سب نظام ہائے زندگی اور نظریہ ہائے حیات کو ترک کر کے صرف اسلام اور قرآن کو بطور نظام زندگی اور دستور حیات کے قبول کر لیا ہے اور ہر دوسری بازپرس کا خیال دل سے نکال کر محض اپنے اللہ واحد کی بازپرس کو قابل لحاظ تسلیم کر لیا ہے۔ مختصر یہ کہ ہر طریق زندگی کو ترک کر کے، ہر اقتدار کو ٹھکرا کر، ہر حاکمیت و عقیدت سے بغاوت کر کے اور ہر خوف اور لالچ سے بے نیاز ہو کر صرف اللہ واحد کی غلامی

وفاداری اور اطاعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہے اور ہم چاہتے ہیں باہم میل ملاپ، لین دین، نکاح و طلاق اور نماز روزے سے لے کر تنظیم و سیاست، قانون و عدالت، صلح و جنگ، اور ملکی نظم و نسق تک ہمارا ہر انفرادی، اجتماعی، تمدنی اور سیاسی معاملہ سرتاپا خدا کی حاکمیت کے تحت، اس کے قانون کے مطابق، اس کے رسول کی رہنمائی میں، اور محض آخرت کی باز پرس کا لحاظ کرتے ہوئے، انجام پائے۔

لیکن بھائیو! ذرا انصاف سے اور کھلے دل سے موجودہ مسلمان سوسائٹی پر تنقیدی نگاہ ڈالیے اور شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک ان کی کروڑوں کی آبادیاں دیکھتے چلے جائیے اور بتائیے کیا ان میں کہیں کوئی ایسا گروہ موجود ہے جو ان اساسات اسلامی پر پورا اترتا ہو؟ ہاں منفرد طور پر کچھ اللہ کے بندے ضرور ایسے مل جائیں گے جنھوں نے اسلام کے اُس حصے کو جو انسان کی انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہے پورے شدومد کے ساتھ اختیار کر رکھا ہوگا اور اعتقاداً بھی اللہ کے سوا کسی اور کو الٰہ و رب، محمدؐ کے سوا کسی اور کو رہنما، کتاب و سنت کے سوا کسی اور شے کو قانون اور آخرت کی باز پرس کے سوا کسی اور باز پرس کو قابلِ اعتنا نہ سمجھتے ہوں گے لیکن ان بزرگوں سمیت جہاں تک مسلمانوں کی اجتماعی زندگی، ان کی تنظیموں اور جماعتی پروگراموں کا تعلق ہے ان کو آپ اسی طرح سرتاپا غیر اسلامی پائیں گے اور اسلام کے بجائے مغربی نظریہ ہائے حیات کے پابند دیکھیں گے جس طرح خدا کے باغیوں اور اس سے پھرے ہوئے انسانوں کی اجتماعی زندگیوں، تنظیموں اور جماعتی پروگراموں کو۔ ان سب کے نزدیک کتاب و سنت نہیں بلکہ جمہوری اصول، اسوۂ فرنگ اور مغربی قوانین و آئین حجت و برہان اور سند و سلطان کا حکم رکھتے ہیں۔ یہ صورت حال اس امر کی بین دلیل ہے کہ اگرچہ مسلمان اور ان کے رہنما زبان سے اس کا اقرار کریں یا نہ کریں لیکن عملاً ان کے نزدیک اب اسلام محض ایک شخصی معاملہ (Personal Affair) اور اعتقادی چیز ہے جسے ان کی اجتماعی اور سیاسی زندگی سے کوئی سروکار نہیں۔

لیکن جن لوگوں نے قرآن کریم، اسوۂ رسول اور سیر صحابہ پر سرسری نظر بھی ہدایت حاصل کرنے کے لیے ڈالی ہے وہ جانتے ہیں کہ اسلام موجودہ زمانے کے عام رائج الوقت مفہوم میں کوئی

مذہب یا Religion نہیں ہے جو محض عبادات، ریاضات اور کچھ انفرادی دیندارانہ اعمال و افعال پہ مشتمل ہو بلکہ وہ ایک مستقل نظریہ حیات، ایک مکمل نظامِ زندگی اور ایک بین الاقوامی دستور العمل ہے جو افراد کی انفرادی سیرتوں سے لے کر پوری دنیا کے اجتماعی نظم تک ہر چیز کو اپنی گرفت میں لیتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ تمام کافرانہ نظام ہائے زندگی کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پوری انسانی سوسائٹی کی تعمیر سراسر میری اساس پر اور میرے نظریہ و مسلک کے مطابق کرو، وہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی پوری زندگی کا ایک مفصل اور متعین پروگرام پیش کر کے ایمان والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً۔ اسے پورے کا پورا قبول کرو۔ اس کے واضع اور مرتب یعنی اللہ رب العلمین نے اپنے نبی کو صاف صاف بتا دیا کہ اُسے یہ دین دے کر دنیا میں اس غرض سے بھیجا جا رہا ہے کہ لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ تاکہ وہ اسے تمام ادیان باطلہ، سب نظریہ ہائے حیات اور کل نظام ہائے زندگی پر غالب کر دے اور اس وقت تک اور اس کے ماننے والے دم نہ لیں جب تک کہ اس روئے زمین پر خدا کی حاکمیت و اطاعت کے علاوہ کوئی اور حاکمیت و اطاعت بھی باقی ہے خواہ ان کا ایسا کرنا منکرین حق کو اپنی نفس پرستی، انسان دشمنی اور حماقت و ہٹ دھرمی کی بنا پر کتنا ہی ناگوار محسوس ہو۔

اسلام کے اساسی عقائد اور اس کا پوری انسانی زندگی پر حاوی ہونا معلوم ہو جانے کے بعد مسلمانوں کی حیثیت، ان کے فرائض اور ان کی زندگی کا مقصد آپ سے آپ متعین ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت بالکل نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ "مسلمان" نام ہے اس بین الاقوامی اصلاحی و انقلابی پارٹی کا جو اسلام کے نظریہ و مسلک کے مطابق انسانی سوسائٹی کی تعمیر کے لیے اس کارزار دنیا میں قدم رکھے اور اس کام کی تکمیل کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دے جو ان کے آقا و مالک نے اپنے رسول کے ذمے اور اس کی وساطت سے خود ان کے ذمے کیا ہے۔ لیکن اس کام کے دین کی غایت الغایات اور اس کا اساسی کام ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس معاملے کو ہمارے اتنے سے اجتہاد پر بھی نہیں چھوڑا بلکہ صاف صاف فرما دیا کہ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ

وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۔ شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ ۔ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ۔ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا ۔ یعنی تمھاری یہ ساری رسمی دینداریاں اُس وقت تک ہیچ ہیں جب تک کہ تم کتاب الٰہی کو عملاً قائم نہ کرو اور اس کے منشا کو پورا کرنے کے لیے سربکف نہ ہو جاؤ۔ تمھارے لیے وہی دین اور نظام زندگی مقرر کیا گیا ہے جو نوح کو دیا گیا تھا (اور اے محمدؐ! جس کی تیری طرف وحی کی گئی ہے) اور جو ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (سب انبیا) کو دیا گیا تھا (اور اس کی غرض یہ ہے کہ) تم اس دین کو دنیا میں برپا کرو۔ تم میں ایک گروہ تو لازماً ایسا موجود رہنا چاہیے جو لوگوں کو نیکی (اطاعت رب) کی طرف بلائے، معروف کا حکم دے اور منکر سے روکتا رہے مسلمانو! ہم نے تمھیں دنیا کے لیے عدل و انصاف اور راست روی و حق پرستی کا نمونہ (امتِ وسط) بنایا ہے تاکہ تم دوسرے لوگوں پر دین حق کی حجت تمام کرنے کا ذریعہ بنو جس طرح ہمارا رسول تم پر اتمام حجت کا ذریعہ بنا۔

ظاہر ہے کہ دین کو دنیا میں برپا کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا اور بندگان خدا پر زندگی کے ہر شعبے میں اس کے دین کی حجت تمام کرنا منفرد اشخاص کے بس کا کام نہیں۔ ان میں سے ہر کام اجتماعی نظم اور منظم جد و جہد چاہتا ہے جیساکہ قرآن کا منشا اور نبی کا اسوہ ہے جس کے بقا و استحکام کے لیے حضورؐ اور صحابہ کرام نے جانیں لڑائیں اور جسے زندہ رکھنے کی خاطر خلفائے راشدین اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قربانیاں کیں۔ اس کے بغیر یہ ممکن ہی نہیں کہ مسلمان امت وسط اور خیر امت کے فرائض انجام دے سکیں اور خدا کے بھٹکے ہوئے بندوں اور گروہوں کے سامنے اس کے دین کی وہ زندہ شہادت بن سکیں کہ ان کے قول اور عمل اور برتاؤ ہر چیز کو دیکھ کر لوگ زندگی کے ہر شعبہ میں صحیح راہ پا سکیں۔ دین کو بالفعل برپا کیے بغیر شہادت علی الناس اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا تو درکنار اسلام کے احکام

وضوابط کو اپنی انفرادی زندگی میں بھی پوری طرح کارفرما کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کا یہ دینی فرض ہے کہ دنیا میں ایک ایسی منظم سوسائٹی بنائیں جو اقامتِ دین کا یہ فرض انجام دیتی رہے اور جس کی حدود کے اندر اللہ کی حاکمیت کے سوا کسی دوسرے اقتدارِ اعلیٰ کو، اس کے قانون کے سوا کسی دوسرے قانون کو، اس کے رسول کے سوا کسی دوسرے کی رہنمائی کو اور آخرت کی بازپرس کے سوا کسی دوسرے کی بازپرس کو کوئی دخل نہ ہو۔ یہ کام ایمان کا عین تقاضا ہے، مسلمان کی زندگی کا مقصد یہی ہے اور انبیاء کی بعثت سے مقصود یہی تھا۔ اسی کام کے لیے جماعت اسلامی وجود میں آئی ہے اور اسی کو بالفعل انجام دینا ہمارا نصب العین ہے۔

جماعت اسلامی کا طریقِ کار

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ حالات میں جب کہ اسلامی اصولوں کے بالکل برعکس، ایک ہمہ گیر نظامِ زندگی ہم پر ہی نہیں بلکہ پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے اور اس نے ہمیں اپنے اندر اس طرح کس لیا ہے کہ روزی کی روٹی بھی جب تک اس کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں ملنی محال ہے اس کام کو کیسے کیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ٹھیک اسی طرح جس طرح اس کام کے اصل علمبرداروں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام نے اسے آدم سے لیکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کیا۔ یہ طریقہ ایک ہی ہے اور بلا استثناء ہر زمانے، ہر ملک اور ہر قوم میں اس کام کے لیے اسی کو اختیار کیا جاتا رہا ہے۔ بلکہ آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اجتماعی کاموں کے لیے خواہ وہ حق ہوں یا باطل اللہ تعالیٰ نے شاید یہی ایک طریقہ خلق کیا ہے اور وہ یہ کہ انسان پہلے زیر بحث نظریہ و مسلک کو سامنے رکھ کر اس کو سمجھنے، جانچنے اور پرکھنے پر اپنی ساری ذہنی اور عقلی قوتیں صرف کر دے۔ پھر اگر دل و دماغ اس کے حق ہونے کی گواہی دیں اور عملاً اس پر چلنے اور نظامِ حیات تعمیر کرنے سے زندگی کی ہر کل ٹھیک بیٹھتی چلی جاتی ہو تو مردانہ وار اس پر ایمان لے آئے اور اپنی پوری زندگی کی باگ ڈور اس نظریہ و مسلک کے ہاتھ میں دیدے۔ جو کچھ وہ کرنے کا تقاضا اور حکم کرے اسے پورے شد و مد، خلوص و دیانت اور خوشدلی سے کرنے پر کمربستہ ہو جائے اور جس سے وہ منع کرے یا جو کچھ اس پر ایمان کے منافی ہو اسے بلا چون و چرا چھوڑتا چلا جائے۔ پھر جب

اس نظریہ و مسلک کے ایک سے زیادہ لوگ ہو جائیں تو وہ اس کے علمبرداروں کی حیثیت سے اس عزم کے ساتھ اٹھیں کہ پوری سوسائٹی میں اس نظریۂ حیات کو کارفرما کر کے دم لیں گے۔ اس راہ کا اولین قدم یہ ہے کہ اپنے اصولوں اور نظریات کو بالکل صاف اور منزہ صورت میں دنیا کے سامنے رکھ دیا جائے اور بنی نوع انسان کو اپنی کسی غرض کے لیے نہیں بلکہ خالصۃً ان کی فلاح و بہبود اور اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے ان اصولوں کی طرف دعوت دی جائے اور جو لوگ ان کے قائل ہو کر داعیانہ عزم کے ساتھ انھیں قبول کرتے جائیں ان کو ملا کر ایک منظم گروہ بناتے چلے جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس گروہ میں جب یہ کسی رنگ و نسل یا قوم و وطن کی بنا پر نہیں بلکہ صرف انسانی فلاح کے عالمگیر اصولوں پر منظم ہونا چاہے ہر رنگ و نسل، ہر قوم و وطن اور ہر فن و قابلیت کے لوگ آئیں گے اور جوں جوں اس کا دائرہ اور حلقۂ اثر وسیع ہوتا جائے گا اس کی قوت، اس کی قابلیت، اس کے ذرائع و وسائل اور اس کے ساز و سامان ہر چیز میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور اس منظم سوسائٹی کو جنم دے گا جس کی اٹھان اول سے آخر تک انفرادی اور اجتماعی معاملہ میں اسلامی اساس پر ہوئی ہوگی اور جو فطرۃً اس صاحب اختیار اجتماعی نظم پر منتج ہوگی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور شہادت علی الناس کے فرائض کو کما حقہٗ انجام دے سکے گا۔ اس دوران میں منفرد اشخاص کو بھی اور پورے گروہ کو بھی بہت سے مراحل (Stages) میں سے گذرنا پڑے گا اور کئی رکاوٹیں پیش آئیں گی جن سے ہر مرحلہ کے حالات کے مطابق نمٹنا ہوگا۔ ان کی تفصیل نہ اس وقت بتائی جا سکتی ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔

اب میں آپ حضرات کے سامنے اس کام کی رپورٹ پیش کرتا ہوں جو اس طریق کار کے مطابق مذکورہ نصب العین کے حصول کے لیے گذشتہ سال بھر میں پورے کرۂ ارض پر انجام پایا ہے۔ پورے کرۂ ارض پر اس لیے کہتا ہوں کہ ہمارے علم میں جماعت اسلامی کے علاوہ پوری دنیا میں کوئی دوسرا منظم گروہ ایسا موجود نہیں ہے جو اس مقصد کے لیے اور اس طریق پر جد و جہد کر رہا ہو، اگرچہ ایسے کسی دوسرے گروہ کی خبر سن کر ہمیں دلی مسرت ہوگی اور ہماری دلی دعا ہے کہ یہ مقصد رکھنے والے گروہ جگہ جگہ وجود میں آئیں۔

ملک کے عام حالات

گذشتہ سال ویسے تو ساری دنیا کے لیے ایک کٹھن سال تھا لیکن جس ملک اور جس قوم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے اُس کے لیے شاید یہ جنگ کے چھ سالوں میں شدید ترین سال تھا۔ جن قوموں نے اس فسادِ عالمگیر کو برپا کیا، جن کی اغراض کے باہم ٹکراؤ کا یہ نتیجہ تھا اور جو ممالک چھ سال تک براہِ راست اس کا اکھاڑا بنے رہے ان سب میں جنگ کے خاتمے کے ساتھ ہی امن و امان بحال ہو گیا لیکن ہمارے ملک کے کارپردازوں نے ایک عرصہ تک اسے حالاتِ جنگ سے نکالنا قرینِ مصلحت نہ سمجھا۔ چنانچہ جنگ کے خاتمے کے باوجود یہاں کے حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ ملک کی غیر فوجی آبادی (Civil Population) کو جن مشکلات اور پریشان حالیوں کا سامنا کرنا پڑا اور اب تک سامنا ہے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں کہ آپ میں سے ہر شخص ان کا خاصہ عملی تجربہ رکھتا ہے۔ حالات کی شدت کا اندازہ آپ اس امر سے کیجیے کہ جن فوجوں نے چھ سال تک کھانے اور کپڑے ہی کے لیے اپنا خون بہایا تھا ان بدبختوں کو بھی مقصد سے خاطر خواہ حاصل کرنے کے لیے خود انہی کے خلاف توپ و بندوق سے کام لینا پڑا جن کی توسیعِ مملکت کے لیے وہ دیوانہ وار سربکف رہے تھے۔ جنگ سے پیدا شدہ عام مشکلات کے علاوہ خوراک کی بہم رسانی کے مسئلے میں حکومت اور عوام کے عدمِ تعاون بلکہ باہم معاندانہ رویے نے غریب اور متوسط طبقہ کے لوگوں کو اس درجہ بے بس کر دیا اور ابتدائی انسانی ضروریا (Bare Necessities of life) کے مسئلے کو اتنا پریشان کن اور ایسا عقیدۂ لاینحل بنا دیا کہ لوگ بھوک کے بجائے گولی سے مر جانے کو بہتر سمجھنے لگے اور ملک کے ہر حصہ میں لوگوں نے سینکڑوں کی تعداد میں یہ نسخہ استعمال کرنا شروع کر دیا اور اب تک کر رہے ہیں۔ پھر ہندوستان کی مختلف قوموں اور سیاسی پارٹیوں نے جو باہم تعصبات، رقابتوں اور ذاتی عداوتوں کے بیج لگا رکھے تھے ان کو اس الیکشن، کانفرنسوں اور برطانوی وزارتی مشنوں کے زمانے میں پنپنے اور جڑ پکڑنے کا خوب موقع ملا اور جگہ جگہ مسلمان آپس میں بھی اور دوسروں سے بھی مہینوں برسرِ پیکار رہے اور ابھی مستقبل قریب میں اس فتنے کے دبنے کی کوئی توقع نہیں۔ اس ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

کی حالت کے زمانہ میں یہ دیکھ کر بے حد دکھ ہوتا ہے کہ ہمارے علمائے کرام کا ایک بڑا گروہ تو پہلے ہی اسلام کے بجائے وطنیت کا علمبردار بن چکا تھا اب جو بچے کچھے بزرگ ابھی تک خاموش تھے وہ بجائے اس کے کہ اس نازک مرحلے پر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے اور قوم کو راہ حق کی طرف لے چلنے کی فکر کرتے خود قومیت کے بت کے پجاری بن گئے اور اپنی قوتوں اور قابلیتوں اور علوم دینی میں تبحر کا مصرف ان کے سامنے اس کے سوا کچھ نہیں رہا کہ اپنی قوم کے بت کو زیادہ سے زیادہ حسین و دلاویز بنا کر مسلمانوں کے سامنے پیش کریں تاکہ جو تھوڑے بہت اللہ کے خدا پرست بندے باقی رہ گئے ہیں وہ بھی خدا پرستی کو چھوڑ کر اُن کے قومی اور وطنی دیوتوں میں جذب ہو جائیں

اب اس وقت حال یہ ہے کہ ملک بھر میں امن و امان کے حالات کہیں موجود نہیں، سوائے اُن لوگوں کے جو براہ راست حکومت وقت کے ساتھ وابستہ ہیں کسی کو پیٹ بھر روٹی میسر نہیں ہوتی، حکومت سے ہٹ کر سب دنیوی مفاد اور مادی فلاح و ترقی کے تمام مواقع خدا اور رسول سے آزاد قیادتوں سے وابستہ ہیں، علمائے اسلام ہر جو راہ پر خدا کے دین کے بجائے وطنیت یا قومیت کی دعوت لیے کھڑے ہیں اور بڑے بڑے صوفیہ و مشائخ اُن قیادتوں کی قبولیت کو واحد ذریعہ نجات اور معیار کفر و اسلام قرار دے رہے ہیں جن میں ہر ملحد و دہریہ اور منکر خدا و رسول صرف عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام بتا کر داخل ہو سکتا ہے۔

اس فضا اور اس ماحول میں بھی خدا کے کچھ ایسے بندوں کا موجود رہ جانا جو خالص خدا پرستی کی دعوت کو سننے اور اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہوں بہت مبارک اور حوصلہ افزا ہے اور پھر کچھ لوگوں کا اس رو کو بھی پھیکی اور موجودہ چلن کے بالکل خلاف دعوت کو قبول کرنے کا ارادہ کر لینا اس چیز کا پتہ دیتا ہے کہ ابھی کچھ دھڑکنے والے دل موجود ہیں اور اگر دین حق کے صحیح انجکشن دیے جائیں تو اس بظاہر مردہ جسم کا اٹھ بیٹھنا عین ممکن ہے۔ ہماری اس رائے کی اہمیت آپ کو جماعت اسلامی کی شرکت اور دوسری مسلم و غیر مسلم جماعتوں کی شرکت کی شرائط کا موازنہ کرنے سے معلوم ہو گی۔

جماعت اسلامی اور دوسری جماعتوں کی شرکت کے شرائط

ملک کے طول و عرض میں جو بے شمار دعوتیں چل رہی ہیں خواہ وہ مسلمانوں کی قیادت میں ہوں یا غیر مسلموں کی قیادت میں، ہر ایک کی نہ صرف رکنیت کے لیے بلکہ رہنمائی و قیادت کے لیے بھی صرف خاص قوم، ملک یا نسل میں پیدا ہو جانا کافی ہے، سیرت و کردار یا ایمان و اسلام سے کوئی بحث نہیں۔ لیکن اس کے برعکس جماعت اسلامی میں رکنیت کے امیدواروں میں جو چیز دیکھی جاتی ہے وہ نہ ملک ہے نہ قوم، نہ رنگ ہے نہ نسل اور نہ زبان ہے نہ کوئی دوسری ایسی چیز بلکہ صرف یہ کہ ایمان و اسلام سے وابستگی کا کیا حال ہے، ان پر بالفعل چلنے کا عزم اور ارادہ کس قدر ہے اور ان سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو کس حد تک نبھایا جا رہا ہے۔ جماعت اسلامی میں شامل ہونے کے لیے امیدوار سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ آئندہ ہمیشہ کے لیے وہ

(۱) ایک خدا کی حاکمیت و اقتدار کے علاوہ ہر حاکمیت و اقتدار اور ربوبیت و معبودیت کا انکار کرے

(۲) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی و قیادت سے آزاد ہر رہنمائی و قیادت کو عملاً ٹھکرا دے

(۳) کتاب و سنت کے علاوہ کسی چیز کو اپنی زندگی کا قانون و آئین نہ سمجھے اور جہاں تک کوئی اضطراری کیفیت حائل نہیں ہے چون وچرا آئین الٰہی کی پیروی کرے اور بقیہ کے لیے منظم جد و جہد کا آغاز کر دے۔ اور

(۴) ان سب کے لیے سوائے آخرت کی بازپرس کے اور کوئی دوسری چیز اسے آمادہ کرنے والی نہ ہو دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ جماعت اسلامی میں شریک ہونے کے لیے ایسے لوگ درکار ہیں جو اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ کہ اٹھیں اور اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ کے اصول عمل (Motto) پر پوری زندگی گذارنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

جماعت اسلامی میں داخلہ اور اسکا طریق

ملک کے مذکورہ ماحول اور مشکلات میں رہتے ہوئے جن بندگانِ خدا نے متذکرہ صدر شرائط

کو سامنے رکھتے ہوئے گذشتہ سال جماعت میں شریک ہونے کی درخواستیں کی ہیں ان کی تعداد ۲۲۴ ہے ان میں سے بیشتر احباب ایسے تھے جنھوں نے تقریباً ہمارا پورا لٹریچر پڑھ لیا تھا اور ان کی زندگیوں میں بھی اس کا خاصہ اثر موجود تھا اور وہ جماعت کے کام اور طریق کو خاصی حد تک سمجھ چکے تھے لیکن اب ہم نے چونکہ جماعت میں داخلے کے معیار کو زیادہ اونچا کر دیا ہے اس لیے ان میں سے بہت تھوڑے حضرات کو جماعت میں لیا گیا۔ اب نئے داخلے کے لیے ہمارا طریق یہ ہے کہ درخواست آنے پر پہلے بذریعہ مراسلت عرصہ تک اس امر کا اندازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آیا امیدوار صاحب ہماری بات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ گئے ہیں اور اس کے سارے مقتضیات تک ان کی نظر پہنچ گئی ہے یا نہیں اور ان کی زندگی میں عملاً وہ اخلاقی تغیر واقع ہوا ہے یا نہیں جو اس کام کے لیے مطلوب ہے۔ اس کے بعد پھر گیارہ معین سوالات (جواب چھپ کر تیار ہو گئے ہیں اور ہر رکن جماعت کے پاس اطلاعاً بھیج دیے گئے ہیں) تفصیلی اور نمبر وار جوابات کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ اگر ان کے جوابات ٹھیک آجائیں تو یہ اطمینان کرنے کے لیے کہ تاثر وقتی اور ہنگامی تو نہیں تھا انھیں ایک مدت تک امیدواری کی حالت میں جماعت کا کام کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کا باقاعدہ رکن بننے سے پہلے وہ ارکان کی طرح دستور جماعت اپنے اوپر خود نافذ کریں اور اس کے مطابق کام کر کے دکھائیں۔ اگر قریب میں کوئی مقامی جماعت یا منفرد رکن ہوتا ہے تو ان سے امیدوار رکنیت کو وابستہ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح دو تین مہینے ان کا رویہ دیکھ کر پھر جماعت میں بطور رکن لے لیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ ہم نے اس لیے اختیار کیا ہے کہ ہمیں ارکان کی کثرت و قلت سے زیادہ بحث نہیں بلکہ ان کے سیرت و کردار اور اخلاق و اخلاص سے ہے۔ اس وقت ہماری نظر اس چیز پر ہے کہ ہر مقام پر ہمیں ایسے پختہ آدمی مل جائیں جو اس دعوت کے کام کو ذمہ دارانہ اور قابل اعتماد طریقے سے چلانے کے اہل ہوں اور لوگوں کی رہنمائی و قیادت اسلامی اصولوں پر کر سکتے ہوں۔

ہماری اسی پالیسی کا نتیجہ ہے کہ مذکورہ ۲۲۴ درخواست کنندگان میں سے صرف ۴۰ حضرات کو جماعت میں لیا گیا اور نہ لیے جانے والے حضرات میں ایسے احباب بھی شامل تھے جنھوں نے

عمر بھر کی پیدا کردہ ہزاروں روپیوں کی جائداد ہمارے علم و اطلاع یا کسی دوسرے کے دباؤ یا اشارہ کے بغیر محض اپنے ایمان سے مجبور ہو کر اس کے اصل حقداروں کے حوالہ کر دی تھی اور یہ اس حال میں کہ اس کے بعد ان کے پاس ایک پائی بھی نہ بچی تھی۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ان صاحب نے یہ جائداد ایک اور مذہبی تحریک کی لیڈری کے زمانے میں پیدا کی تھی لیکن جماعت اسلامی کے نظریے سے متاثر ہونے سے پہلے نہ کبھی یہ انھیں ایمان کے منافی معلوم ہوئی اور نہ ان کی لیڈری و قیادت پر اس سے کبھی کوئی حرف آیا۔

جماعت اسلامی سے علٰحدگی

داخلے کے معیار کو بلند کرنے کے ساتھ ہم نے اُن ارکان کا بھی احتساب کرنا شروع کر دیا ہے جو ان پابندیوں کو عائد کرنے سے پہلے جماعت میں آ چکے تھے۔ چنانچہ اس سال ۲۵ حضرات سے درخواست کی گئی کہ وہ جماعت سے الگ ہو کر اپنی مزید اصلاح کریں۔ ان میں سے بیشتر کے سلسلے میں تو جماعتی کاموں میں پوری دلچسپی نہ لینے کی شکایت تھی۔ ایک صاحب نے اپنی اہلیہ کو معلق کر رکھا تھا اور ان سے جب یہ کہا گیا کہ اسے آباد کریں یا چھوڑ دیں تو وہ نہ جاہلی رسم و رواج کی وجہ سے اسے چھوڑنے پر آمادہ ہوئے اور نہ ان کی طبیعت اور گھریلو حالات نے اسے آباد کرنے پر آمادہ ہونے دیا۔ دو تین حضرات اپنے سابقہ گروہی تعصبات پر قابو نہ پا سکے۔ دو تین حضرات کو الیکشن کے زمانہ میں قومی درد نے جماعت سے علٰحدگی پر مجبور کر دیا اور ان چوبیس کے علاوہ ایک صاحب جنھوں نے از خود جماعت سے علٰحدگی اختیار کی انھوں نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ ان کے استاذ محترم پر کچھ لوگ سیاسی اختلافات کی وجہ سے حملے کر رہے تھے اور جماعت میں رہتے ہوئے وہ ان کی حمایت میں لڑائی نہ لڑ سکتے تھے۔ لیکن ان پچیس میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہمیں معلوم نہیں جسے جماعت کے نصب العین یا طریق کار سے کوئی اختلاف ہو بلکہ چند ایک کے سوا ہر ایک کو علٰحدگی کا رنج ہے۔ وہ ہمارے قریبی ہمدردوں میں شامل ہیں اور اپنی اصلاح کے لیے کوشاں ہیں۔

جماعت میں داخلے اور علیحدگی کے لیے امیر جماعت کی منظوری

جماعت کی رکنیت اور اس سے علیحدگی کے متعلق مقامی جماعتیں اور منفرد ارکان بعض مرتبہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ نئے حضرات کی رکنیت کا آخری فیصلہ ان کو خود نہیں کر لینا چاہیے بلکہ ابتدائی سارے مراحل سے امیدوار کو گذار لینے کے بعد پھر اس کی رکنیت کی منظوری امیر جماعت سے حاصل کی جانی چاہیے۔ اس کے بغیر کسی شخص کو رکن جماعت تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح کسی رکن کی جماعت سے علیحدگی کے لیے بھی امیر جماعت کی منظوری کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے کہ آگے چل کر ہم ان قیود میں کمی کر دیں اور جماعت کی توسیع کے ساتھ یہ کمی بہر حال کبھی نہ کبھی کرنی ہوگی، لیکن اس وقت چونکہ جماعت کی بنیادیں بہت پائیدار اٹھانی ہیں اس لیے ان پابندیوں کی شدید ضرورت ہے اور ہمیں توقع ہے کہ ارکان جماعت اور امیدواران رکنیت ان کو بخندہ پیشانی قبول کریں گے۔

مقامی جماعتوں اور ارکان کی تعداد

اس وقت سارے ملک میں پچھتر مقامی جماعتیں قائم ہیں اور ارکان کی موجودہ تعداد ۴۸۶ ہے۔ ایک سو چون مقامات پر ارکان جماعت مرکز کی براہ راست ہدایات کے ماتحت اور مرکز کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں اور ان کے علاوہ بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں کوئی رکن جماعت تو موجود نہیں لیکن ہمارے قریبی ہمدرد ارکان جماعت ہی کی سی مستعدی اور سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ تعداد ارکان کے لحاظ سے مختلف صوبوں اور علاقوں کی ترتیب حسب ذیل قرار پاتی ہے:

(۱) پنجاب ۲۹۱ (۲) یوپی ۶۰ (۳) حیدرآباد (دکن) ۳۶ (۴) مدراس ۴۱ (۵) دہلی ۴ (۶) وسط ہند ۱۲ (۷) سرحد ۱۰ (۸) بمبئی ۹ (۹) سندھ ۸ (۱۰) بہار ۷ (۱۱) میسور ۶ (۱۲) بنگال ۲۔

رکنیت کے لیے نئی درخواستوں کے لحاظ سے صوبوں کی ترتیب یہ ہے:

(۱) پنجاب ۱۱۰ (۲) یوپی ۵۶ (۳) سندھ ۱۳ (۴) وسط ہند ۱۳ (۵) سرحد ۷ (۶) بمبئی ۹ حیدرآباد (دکن) ۹ (۷) دہلی ۴ (۸) بلوچستان ۳ (۹) بنگال اور بہار ۲ (۱۰) مدراس ۱۔

مقامی جماعتوں اور ارکان کی عام حالت

اگرچہ اقامت دین کی جدوجہد کرنے والے سپاہیوں کے لیے جس سیرت و کردار، نظم و ضبط، اخلاق و عزم کی ضرورت ہے اس کے حاصل ہونے میں ابھی کچھ وقت لگے گا لیکن اب ارکان جماعت جس رفتار سے اپنی اصلاح کر رہے ہیں، اس سال بالخصوص الیکشن کے زمانہ میں انھوں نے جس پختگی اور یکسوئی کا اظہار کیا ہے اور جس طرح انھوں نے اپنے عقیدے اور نصب العین کے خلاف سر مو حرکت کرنے کے بجائے قوم و برادری اور ساری سوسائٹی میں ہدف ملامت اور نکو بنجانا گوارا کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب ارکان جماعت اپنے عقیدے اور نصب العین کے مقتضیات کو ماشاء اللہ خوب سمجھ رہے ہیں۔ ارکان جماعت ہی نہیں بلکہ ہمارے ہمدردوں کی بھی ایک کثیر تعداد الاسازی کے اس ہنگامے سے بالکل الگ رہی۔

ہمارے ایک رکن جماعت جنھوں نے معاشی پریشانیوں سے مجبور ہو کر محکمہ تعلیم میں عارضی ملازمت اختیار کر لی تھی جب ان کے سامنے محکمہ کے افسر اعلیٰ نے ان کی امانت و دیانت اور کام سے متاثر ہو کر انھیں ایک بالاتر آسامی پر مستقل کر دینے کی تجویز کی تو ہمارے رفیق نے استعفےٰ حکمران کے سامنے رکھ دیا کہ مبادا شیطان انھیں نظام باطل میں سہولت مہیا کر کے راہ حق سے دور لے جانا چاہتا ہو۔

اس وقت ۵، جماعتوں میں سے صرف چار ایسی ہیں جن کے کام سے ہم مطمئن نہیں۔ ان میں سے دو کے بارے میں تو زیادہ شکایت اس لیے نہیں کہ وہاں جو کام چلانے کی صلاحیت رکھنے والے اصحاب تھے انھیں معاشی تنگدستی نے بہت پریشان کر دیا اور ایک تو نقل مکانی کر گئے اور پیچھے چند ان پڑھ لوگ ہی رہ گئے اور دوسرے بیماری کی وجہ سے زیادہ حصہ نہ لے سکے۔ تیسری جماعت کو دو ماہ کی مہلت اس غرض سے دی گئی تھی کہ وہ اصلاح حال کر لے اور یہ مہلت اس اجتماع پر ختم ہوتی ہے۔ اب ان کے سارے حالات کا جائزہ لے کر کوئی فیصلہ ہو سکے گا اور چوتھی کو نوٹس دیے بغیر ہم ابھی ان کے طرز عمل کو دیکھ رہے ہیں۔

اطاعتِ امر

ایک اور شئے جو بعض مقامات کے بارے میں کھٹکتی رہی ہے اور جو آگے چل کر بدنظمی کا موجب ہوسکتی ہے وہ یہ کہ بعض جگہ مقامی امیر کی اطاعت کا صحیح احساس پیدا نہیں ہوا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جس نظریے پر جماعت اسلامی کی تشکیل ہوئی ہے اس کی رو سے تمام معروف کاموں میں بالعموم اور شرعی اصولوں کے تحت نظم جماعت سے تعلق رکھنے والے کاموں میں بالخصوص امیر جماعت یا اپنے مقامی امیر کے احکام و منشا سے بے اعتنائی برتنا ویسا ہی گناہ ہے جیسے کہ خدا و رسول کے احکام و منشا سے بے اعتنائی برتنے کا گناہ ہوتا ہے۔ وہ امیر شرعی اور آپ کے لیڈر کی حیثیت رکھتے ہیں، انجمنوں کے صدر نہیں ہیں جنھیں محض انجمن کے انتظامی کاموں کے لیے رہنما چن لیا گیا ہو۔ ان کی اطاعت ارکان جماعت کے لیے لازم ہے؛ خاص حالات میں امیر کو بدل کر دوسرا امیر بنایا جاسکتا ہے لیکن جب تک وہ اپنے منصب پر قائم ہے اس کی معروف میں بے چون و چرا اور پوری خوشدلی اور اخلاص سے اطاعت کی جانی چاہیے اور اس بارے میں اگر کوئی کوتاہی پائی جائے تو امیر سے زیادہ ارکان کو باہم ایک دوسرے پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ اگر خدانخواستہ مقامی امیر کو کوئی شکایت ہو تو اسے فتنے کا ذریعہ بنانے کے بجائے بلاتردد امیر کے سامنے لانا چاہیے اور پھر مقامی اجتماع میں اور اگر ضرورت ہو تو امیر جماعت کے سامنے۔

مقامی امیر کے صفات اور فرائض

جہاں جہاں اس بارے میں کچھ شکایات پیدا ہوئی ہیں ان کا تجزیہ کرنے پر ہر جگہ یہی محسوس ہوا کہ دراصل انتخاب امیر کے وقت اس منصب کی اہمیت اور اس کے لیے ضروری صفات کا پورا خیال نہیں رکھا گیا بلکہ امیر کے بجائے ایک صدر انجمن کا انتخاب کیا گیا۔ آئندہ ایسے مواقع پر اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا کی پوری پابندی ہونی چاہیے اور اس امر کو پیش نظر رکھا جائے کہ جس شخص کو اپنا سردار اور امیر بنایا جا رہا ہے :۔

(۱) وہ تمام ارکان میں نسبتاً صالح تر، زیادہ نیک سیرت اور متبع شریعت ہے۔

(۲) جماعت کے اصول اور طریق کار کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔

(۳) تدبر اور معاملہ فہمی کے ساتھ جماعت کے معاملات کو چلا سکتا ہے۔ اور

(۴) بستی کے دوسرے لوگ بھی اسے بالعموم عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

پھر جس شخص کو امیر بنایا جائے اس کے فرائض میں سے ہے کہ:

(۱) مقامی جماعت میں نظم قائم رکھے۔ اور

(۲) نہ صرف خود جماعت کے کام کو سرگرمی کے ساتھ انجام دے بلکہ ارکان کو بھی اخلاقی حیثیت سے درست اور عملی حیثیت سے سرگرم رکھے۔

جماعت کا حلقۂ اثر

اندرونِ ملک جماعت کا حلقۂ اثر گذشتہ سال کی نسبت بہت وسیع ہو گیا ہے۔ جن صوبوں اور علاقوں میں پہلے سے ہماری آواز پہنچی ہوئی تھی ان میں پہلے سے بہت زیادہ عام ہو گئی اور بہت سے ان علاقوں میں بھی لٹریچر پہنچا جہاں اب تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ اس کے علاوہ چونکہ ہمارے لٹریچر میں وقت کے سیاسی نظامات اور تحریکوں پر مفصل علمی تنقید کی گئی ہے اس لیے جو سیاسی بیداری الیکشن کے زمانے میں لوگوں میں پیدا ہوئی (گو وہ ہمارے نزدیک قابل اطمینان اور صحیح نہ تھی) اس کی وجہ سے لوگوں نے اور زیادہ دلچسپی کے ساتھ ہمارے لٹریچر کی طرف رجوع کیا اور جیسا کہا گیا ہے کہ بسا اوقات شر کی قوتیں بھی نادانستہ خیر کی خدمت کر گذرتی ہیں، الیکشن لڑنے والے فریقین نے ہمارے لٹریچر میں سے وہ چیزیں پبلک میں پیش کرنے کی بکثرت کوشش کی جن کی زد دوسرے فریق پر پڑتی تھی اور اس طرح بھی پبلک کی ایک کافی تعداد ہمارے لٹریچر سے روشناس ہو گئی۔

آسام، بنگال، راجپوتانہ، سی پی اور بلوچستان جو اس سے پہلے ہماری دعوت سے بالکل ناآشنا تھے وہاں بھی اس سال ہماری دعوت پہنچ گئی اور بہت سے مقامات پر کام کا آغاز ہو گیا۔ سی پی میں کئی لوگ جماعت میں شریک ہوئے۔ بلوچستان سے بھی کئی حضرات نے رکنیت کی درخواستیں کیں اور اگرچہ جماعت میں تو ابھی کسی کو داخل نہیں کیا گیا لیکن کوئٹہ، چمن،

یارو، مچھ اور ضلع چاٹگام کے مختلف مقامات پر ہمدرد پیدا ہو گئے ہیں۔ بنگال سے بھی کئی حضرات کی رکنیت کے لیے درخواستیں آئیں اور آسام سے لٹریچر کو وہاں کی مقامی زبان میں منتقل کرنے کی ایک صاحب نے اجازت چاہی۔ راجپوتانہ میں بھی کئی مقامات پر ہمدردوں کے حلقے بن گئے ہیں اور کچھ لوگ جماعت میں بھی شریک ہیں۔

اس الیکشن نے جماعت کے مسلک اور ارکان اور ہمدردوں کو ہر جگہ بالکل نمایاں کر دیا اور اگرچہ ہر پارٹی نے ہر جائز و ناجائز طریق پر ان کو پھانسنے کی کوششیں کیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنے سب منصوبوں میں ناکام رہے اور اس اعتراف کے ساتھ پسپا ہوئے کہ فی الواقع اسلام کی راہ وہی ہے اور ایمان و توحید کا تقاضا بھی وہی ہے جو جماعت اسلامی کر رہی ہے۔

بیرون ملک اس سال جماعت کا حلقۂ اثر ہندوستان سے باہر، امریکہ، افریقہ، عرب، ایران اور انگلستان تک وسیع ہو گیا ہے اور ان ممالک میں اللہ تعالے نے کچھ ایسے ذرائع پیدا کر دیے ہیں جن کو وہاں کام کی ابتدا کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ **انگلستان** میں دو جگہ لندن اور مانچسٹر میں کچھ کام شروع ہو گیا ہے۔ **عرب** میں خاص مدینہ منورہ کے ایک بزرگ ہمارے ساتھ اشتراکِ عمل کے لیے پوری طرح آمادہ ہیں، وہ دارالاسلام آ چکے ہیں اور اب اس اجتماع میں شامل ہیں۔ انھوں نے جماعت کے کام کے لیے اپنے آپ کو پوری طرح جماعت کے حوالے کر دینے کا وعدہ کیا ہے اور عرب میں ایک بارسوخ آدمی ہیں۔ کچھ عربی لٹریچر نکل آئے تو ان شاء اللہ عربی ممالک میں کام شروع ہو جائے گا۔

بحرین کے بھی ایک صاحب لٹریچر منگوا رہے ہیں۔ ابھی وہاں کے تفصیلی حالات سے ہم واقف نہیں ہیں۔

افریقہ میں تین جگہ یعنی روڈیشیا، نٹال اور کینیا میں لٹریچر جا رہا ہے اور توقع ہے کہ ان شاء اللہ آئندہ سال روڈیشیا اور نٹال میں منظم کام شروع کرنے کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

امریکہ میں نیویارک کی ایک عرب کمپنی نے ہمارا لٹریچر منگوانا شروع کیا ہے۔ چونکہ وہاں صرف

انگریزی لٹریچر ہی کی مانگ ہے اور یہ ہمارے پاس بہت کم بلکہ برائے نام ہی ہے اس لیے وہاں اور دوسرے انگریزی بولنے والے ممالک میں بھی کام کی رفتار ابھی بہت سست ہے کچھ انگریزی لٹریچر تیار ہو جائے تو انشاء اللہ اُن ممالک میں ہمیں ایسے آدمی مل جائیں گے جو اپنے طور پر اس دعوت کے کام کو وہاں شروع کر سکیں۔

ملایا اور ایران میں بھی اب ہمارا لٹریچر جارہا ہے لیکن لے گا ہوا آدمی وہی لوگ ہیں جو ملازمت کے سلسلے میں عارضی طور پر وہاں مقیم ہیں۔ بہر حال وہ اس کوشش میں ہیں کہ ان خیالات کو مقامی لوگوں تک کسی طرح پہنچا سکیں۔

انڈونیشیا کے ایک صاحب جو ان دنوں ہندوستان میں ہیں اور انڈونیشیا میں اس جنگ سے پہلے ایک رسالہ نکالتے رہے ہیں، ہمارے بہت قریب ہیں، بہت سا لٹریچر پڑھ چکے ہیں ترجمان اور کوثر کا مطالعہ کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ حالات بحال ہو جانے پر انڈونیشیا واپس جا کر وہاں کی مقامی زبان میں اس دعوت کے کام کو شروع کریں۔ خیال ہے کہ اگر یہ صاحب کچھ وقت نکال سکیں تو ان کو کچھ عرصہ مرکز میں رکھ کر اس درجہ تیار کر دیا جائے کہ واپس جا کر وہاں باقاعدہ اس کام کو چلا سکیں۔

غیر مسلم حضرات غیر مسلموں میں کام کی رفتار میں کوئی قابل ذکر ترقی نہیں ہوئی اور اس کی بڑی وجہ وہ قومی کشمکش ہے جو ہندوؤں اور عام مسلمانوں میں روز افزوں ترقی پر ہے لیکن جس ڈھنگ پر ہم کام کر رہے ہیں اس سے امید ہے کہ انشاء اللہ بہت جلد تعصبات کی یہ دیواریں ہمارے راستے سے ہٹ جائیں گی اور غیر مسلم ہماری دعوت کو سراسر ایک اصولی دعوت کی حیثیت سے دیکھنے لگیں گے جسے کسی قوم یا وطن و نسل سے کوئی سروکار نہیں۔

طبقۂ نسواں گذشتہ سال طبقۂ نسواں میں ہمارا کام تقریباً صفر تھا اور ہم بہت پریشان تھے کہ اس طبقے تک اپنی آواز کو کس طرح پہنچائیں کیونکہ کوئی تحریک اس وقت تک پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتی اور اگر کامیاب ہو بھی جائے تو زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ عورتوں

کی امداد اسے حاصل نہ ہو۔ طبقۂ نسواں انسانی سوسائٹی کا وہ حصہ ہے جو کسی قوم یا نسل کو بنانے اور بگاڑنے دونوں میں اہم ترین پارٹ ادا کرتا ہے اور جس کے بارے میں انگریزی کا یہ مقولہ سو فی صدی درست ہے The hand that rocks the cradle rules the world یعنی جو ہاتھ جھولے کو ہلاتا ہے اسی میں دنیا کی باگ ڈور ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس سال اس حلقے میں بھی کچھ کام کی ابتدا ہوگئی اور اب خواتین میں ایک حرکت شروع ہورہی ہے۔ ایک خاتون جو اسی سال جماعت میں شریک ہوئی ہیں، ان کا کام تو اس قدر اچھا اور تسلی بخش ہے کہ اُسے میں نمونے کے طور پر یہاں پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ حاضرین اجتماع اور بالخصوص خواتین کو معلوم ہو کہ عورتیں دعوتِ حق کے موجودہ مرحلے میں کیا اور کس طرح حصہ لے سکتی ہیں۔ چنانچہ میں اس بہن کے کام کی ایک ماہوار رپورٹ انہی کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔

(۱) پچھلے ماہ کی پچیس کو میری اکلوتی بھانجی (مرحومہ بہن اور مرحوم بہنوئی کی نشانی) کچھ علیل ہوکر سسرال سے آئی تھی۔ میں نے اس کی خدمت اور تیمارداری میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ خدا کے فضل و عنایت سے اسے چند دنوں کے بعد کلی صحت ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا۔ جو اب تک جاری ہے۔ عید الضحیٰ کے موقع پر اس کے خاوند بھی دو دن کے لیے آئے تھے۔ انھیں بھی دعوت اسلامی سے روشناس کرنے کی کوشش کی نتیجہ اچھا رہا۔

(۲) عید پر بھائی بھاوج کو قربانی پر آمادہ کیا۔ بھائی تو پہلے بھی دیا کرتے تھے۔ بھاوج نے میرے ترغیب دینے پر قربانی دی۔ بھاوج مجھ سے قرآن شریف بھی پڑھ رہی ہیں اور اسلامی لٹریچر بھی۔

(۳) عید سے بیشتر اس پاس کے چند ضرورت مندوں کو میں نے تبلیغی مقاصد کی خاطر تقریباً ایک درجن کپڑے سی کر دیے اور اسی خاطر چند رشتہ دار بچوں کے سوئٹر بنے۔

(۴) چار دیرینہ رفیقاؤں کو تبلیغ بالمراسلگی۔ ان میں سے دو ٹرینڈ گریجویٹ ہیں اور دو میٹریکولیٹ۔ تینوں تک میری وساطت سے بہت سا اسلامی لٹریچر پہنچ چکا ہے۔ ایک کو تیار کر رہی ہوں۔ کل وہ مجھ سے ملنے آرہی ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی اچھا سا موقع نکال ہی دے گا۔

(۵) علاوہ ازیں میری جن رشتہ داروں سے خط و کتابت ہے۔ سب کو اسلام ہی کی طرف دعوت دے رہی ہوں۔ اور اسلامی لٹریچر کے مطالعہ پر راغب کرتی ہوں۔

(۶) مقامی گورنمنٹ گرلز سکول کی معلمات نے ہمیں "عید پارٹی" پر چند روز ہوئے مدعو کیا۔ ہم دونوں نند بھاوج اسی خیال پر شریک ہوگئیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا ضرور کچھ نہ کچھ ذکر ہوگا۔ لیکن جب وہاں پہنچے تو اور ہی رنگ تھا۔ اور ہمارے لیے وہاں کا ایک ایک منٹ گھنٹے سے بھی زیادہ طویل تھا۔ آخر جوں توں کرکے کھانا ختم کیا تو انھوں نے گانا بجانا شروع کر دیا۔ ہم اجازت مانگ رہی تھیں اور وہ ہماری مزید شرکت پر مصر تھیں۔ آخر کار ہم دونوں ان کی رضامندی کے بغیر اُن کی حرکات پر اظہار ناراضگی کرکے چلی آئیں۔ اس سے دوسرے تیسرے روز بعد ان کی ایک نمائندہ استانی ہمارے یہاں ملنے کے لیے آئی تو میں نے اسے مفصل بتایا کہ آپ لوگ غیر مسلم استانی صاحبات کے سامنے کس قسم کا اسلام پیش کر رہی ہیں، اگر ان کے نزدیک گانا بجانا، عریانی و بے حیائی معیوب نہیں ہے تو آپ بھی انھیں کے معیار پر اسلام کو لے آئیں گی؟ عزیز و احباب کو دعوت دینا اسلام کے نزدیک بہت اچھا کام ہے لیکن اس طرح کے عریاں اور اخلاق سوز گانے اور اخلاقِ اسلامی سے ایسی گری ہوئی حرکتیں (جنھیں ہم کو وہاں مجبوراً دیکھنا پڑا) کونسا ثواب کا کام ہے؟ لیکن انھیں عذاب و ثواب کی کیا پروا ہے، بنیادی چیز خدا اور آخرت کے تصورات سے خالی ہونے کا یہی نتیجہ ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تبلیغ کس طرح کی جائے؟ اگر ان لوگوں سے ملنا جلنا بند کر دیں تو تبلیغ کا کونسا موقع ملے؟ اگر ملیں تو کیسے ملیں؟ ان کی ایک ایک حرکت دل کو کھٹکتی ہے اور سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اور یہی خدشہ رہتا ہے کہ ان کی اصلاح تو شاید ہی ہو ہم کہیں خود بھی ان کے ساتھ نہ ڈوبیں اور اپنے وقت کو خواہ مخواہ ضائع کریں۔ یہی حال دوسری معزز خواتین سے ملاقات کا ہے۔ اگر ان سے ملنے جائیں یا وہ ملنے آئیں تو سوائے فضول گوئی اور خود ستائی کے ان کے پاس کوئی موضوعِ گفتگو نہیں ہوتا۔ یا پھر

بات ہوئی تو گرانی کا رونا اور اپنی بدقسمتی کا۔ اسی لیے ان پورے پانچ ماہ کی طویل اقامت کے بعد بھی سوائے اپنی پڑوسن کے میری کسی خاتون کے ساتھ ملاقات نہیں، اور وہ اس لیے کہ حسنِ اتفاق سے اُسے مطالعہ کا شوق ہے اور باوجود سات بچوں کی ماں ہونے کے روزانہ مجھ سے اسلامی کتابیں لے لے کر پڑھتی ہے۔ جتنا اسلامی لٹریچر میرے پاس ہے اُس نے تقریباً سب پڑھ لیا ہے۔ وہ خود اگرچہ ـــــ تحریک سے متاثر ہے (کیونکہ اس کے باپ بھائی اُسی جماعت کے آدمی ہیں) تاہم اسلامی جماعت کے اصولوں سے نظری طور پر متفق ہو رہی ہے اور شاید کسی وقت عملی طور پر بھی ہو جائے۔

اس کے علاوہ چند دوسرے اہلِ کاروں کی بیویوں سے بھی تعارف حاصل ہوا ہے لیکن ایک ایک دو دو ملاقات کے بعد آنے جانے کا سلسلہ تقریباً بند ہے۔ البتہ ان میں سے کسی کو اگر میری مدد کی ضرورت ہو، تو ان کی تالیفِ قلب کے لیے ہمیشہ امداد کرنے کو مستعد رہتی ہوں اور اکثر سلائی پڑھائی کے سلسلہ میں مدد کرتی رہتی ہوں۔ تبلیغ کا صرف یہی طریقہ مجھے مفید مقصد معلوم ہوا ہے۔

(۲) گھر کے اندر افراد پر تبلیغ کرنے کے مواقع خدا کے فضل سے ہر ہر ساعت میسر ہیں میں زیادہ تر انھیں سے فائدہ اٹھا رہی ہوں۔ گھر کے ہلکے ہلکے کام اور افرادِ کنبہ کی خدمت سے ان کو اسلامی دعوت سے متاثر کر رہی ہوں۔ اس سے پیشتر میں نے کبھی خود پانی کا گلاس گھڑے سے لینے کی تکلیف نہیں کی تھی صرف پڑھنے لکھنے سے کام تھا۔ اگر والدہ صاحبہ کو کبھی فرصت نہ ہوتی اور وہ کہتیں کہ دودھ پی لو یا روٹی کھا لو تو یہ کہہ کر ٹال جاتی کہ اگر نکال کر یہاں لائیں گی تو کھا پی لوں گی ورنہ نہیں۔ مجبوراً انھیں کو ہر کام کرنا پڑتا۔ اب خدا کے فضل سے ان کی خود خدمت کر رہی ہوں اور انھیں آرام کرنے کا ہر ممکن موقع دیتی ہوں۔ اس کے علاوہ دوسرے افرادِ کنبہ اور مہمانوں کی خاطر مدارات میں بھی پیش پیش رہتی ہوں تاکہ انھیں اس نعمت سے روشناس کر سکوں جو خدا کے فضل سے مجھے حاصل ہوئی

ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر اطمینان ہے کہ میری کوشش سے میرا چھوٹا بھائی اور بھانجی کا خاوند (خدا کے فضل سے) اپنے محکموں سے ناجائز مراعات حاصل کرنے سے تقریباً کلی طور پر محترز ہوگئے ہیں اور ادائیگی صلوٰۃ وزکوٰۃ میں نسبتاً مستعد ہوگئے ہیں۔ بڑے بھائی اور بہنوئی میرے ہوش سنبھالنے سے پیشتر ملازم ہوکر دور دور چلے گئے تھے اور سالوں کے بعد چند دن کی یکجائی میسر ہوتی ہے۔ اس جلدی میں کیا تبادلۂ خیالات اور تبلیغ ہوسکتی ہے۔ دوسرے وہ عمر میں کافی بڑے ہیں۔ بے تکلفی سے باتیں بھی نہیں ہوسکتیں۔ یہی ایک چھوٹے بھائی پر کچا تعلیم اور دوسرے مشاغل میں شروع سے رفیق اور معاون رہ چکے ہیں۔ خدا کی مہربانی سے امید ہے کہ یہ اسلامی جماعت میں بھی داخل ہوجائیں گے۔ اور ممکن ہے اپنی موجودہ ملازمت ترک کرکے جماعت کے رکن بن جائیں اور پورے پورے خادم اسلام بنیں۔ دعوت تو میں سب کو دے رہی ہوں لیکن زیادہ توجہ انہی کی طرف ہے۔ انہیں کے پاس ہوں۔

(۸) اپنی پڑوسن کی لڑکی کو حسب سابق گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ فارسی انگریزی وغیرہ پڑھا رہی ہوں۔

(۹) گھر کے اندر اور باہر میری تمام خدمات رضاکارانہ ہیں۔ دائم المریض ہونے کی وجہ سے تمام متعلقین مجھ سے کسی خدمت کا مطالبہ نہیں کرتے لیکن اب میں خود احساس ذمہ داری کے ماتحت اپنی عمر کا کوئی لمحہ بیکار نہیں کھونا چاہتی کیونکہ خدا تو خوب جانتا ہے کہ میں کتنا کرسکتی ہوں اور کتنا نہیں۔ اس لیے ہر ایک کی ہر ممکن خدمت کرنے کو تیار رہتی ہوں۔ اس طرح مجھے مطالعہ کے لیے وقت تھوڑا ملتا ہے۔ لیکن ادائیگی فرض سے جو اطمینان حاصل ہوتا ہے وہ کسی حد تک اس کی تلافی کردیتا ہے۔ ہر وقت تبلیغ کے موقع کی تاک میں رہتی ہوں زبانی تبلیغ کا موقع بہت ہی کم ملتا ہے۔ لیکن عملی تبلیغ تو اللہ کی مہربانی سے چوبیس گھنٹے جاری ہے۔

(۱۰) میری اپنی اصلاح ابھی تک پوری پوری نہیں ہوئی۔ اس ماہ میں بہتیری غلطیاں

سرزد ہوئی ہیں۔ لیکن خدا کی رحمت سے اس کی ذات پر بھروسہ بڑھ رہا ہے۔ اور فضول پریشانیاں لاحق نہیں ہوتیں۔ خدا مجھے سچا مسلمان بننے کی توفیق دے۔ آمین"

اگر دوسری خواتین بھی اسی سرگرمی اور انہماک سے کام شروع کر دیں تو ہمارا کام بہت تیزی سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ ارکان جماعت کی بیویوں اور دوسری رشتہ دار خواتین پر تو اس کام کی بڑی ہی شدید ذمہ داری ہے۔ مجھے امید ہے کہ دوسری بہنیں اپنی اس بہن کے کام میں اپنے لیے بہت کچھ رہنمائی پائیں گی۔

طبقۂ علماء آپ کو یہ معلوم کر کے مسرت ہو گی کہ اس سال جن ۴۲۲ حضرات کی رکنیت کے لیے درخواستیں آئی ہیں ان میں سے ساٹھ سے زائد عربی مدارس کے اساتذہ، طلباء اور فارغ التحصیل حضرات ہیں۔ اس وقت تقریباً سب بڑے بڑے دینی مدارس میں ہمارا لٹریچر جا رہا ہے، اکثر میں باقاعدہ دار المطالعے اور گشتی لائبریریاں قائم ہو چکی ہیں اور محسوس ہوتا ہے کہ وہاں کم سے کم نئے طلباء اور مدرسین میں ایک حرکت پیدا ہو رہی ہے۔ اس الیکشن کے ہنگامے نے جہاں ننانوے فی صدی لوگوں کو اپنے سیلاب میں بہا لیا اور وطن پرستی اور قوم پرستی کو ایک وبا کی طرح ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا وہاں ایک بڑا کام اس نے یہ بھی کیا کہ ان تمام اخلاقی کمزوریوں کو جو مسلمانوں کے عام طبقات کی طرح مذہبی طبقے میں بھی موجود تھیں، مگر چھپی ہوئی تھیں، بے نقاب کر کے منظر عام پر رکھ دیا اور اپنے اور غیر سب نے دیکھ لیا کہ فسق و فجور کی شہرت رکھنے والے نئے تعلیم یافتہ لوگوں اور عامیوں کی طرح دین داری کی شہرت رکھنے والے علماء بھی سیاسی اغراض اور جتھے بندی کے جوش میں جھوٹ، فریب، جالبازیاں، غیبتیں، بدزبانیاں اور وہ سب کچھ کر سکتے ہیں جو دوسرے ناخداترس دنیا دار کر سکتے ہیں۔ اس چیز نے ہمارے مذہبی طبقے کے ایک بڑے حصے کی آنکھیں کھول دیں اور جو لوگ ان کے اندر فی الواقع مذہبی ذہنیت رکھتے ہیں اور اخلاق و دیانت کے اسلامی تصورات سے آشنا ہیں وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ جن حضرات کے پیچھے وہ اب تک چلتے رہے ہیں وہ انہیں محض کدھر لیے جا رہے ہیں۔

ہمارے سیاسی علماء نے اس ہنگامے میں جس سیرت و کردار اور بے اصولے پن اور ناخدا ترسی کا اظہار کیا ہے اور اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی احادیث سے جو کھیل کھیلے ہیں اور اس دعوتِ حق کو حق اور عین اسلام ماننے کے باوجود اس سے پہلو تہی کرنے کے جو حیلے اور بہانے تراشے ہیں اور ان کے بالمقابل ان کے الفاظ میں بظاہر بے دین طبقے جس طرح اس دعوت کا خیر مقدم کر رہے ہیں اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ شائد اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی نا خدا ترسیوں کی وجہ سے ان کو نظر انداز کرکے اب دوسرے ہی لوگوں کو اپنے کام کے لیے اٹھانے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات پر رحم فرمائے اور ان کو اپنے منصب اور اپنی ذمہ داریوں کا صحیح احساس و شعور عطا فرمائے اور وہ اس طرح ضائع ہونے کے بجائے خدا کے دین کے کام آئیں۔

اگرچہ بالعموم بعض علماء کی غلط روش نے مذہبی درسگاہوں کی فضا کو بہت خراب کر دیا ہے اور اب وہ اور ان کے پیرو دین حق کے بجائے غیر اسلامی تحریکوں اور دعوتوں کے غاشیہ بردار بنے ہوئے ہیں لیکن اس گروہ میں سے خدا کے کچھ بندے برابر نکلتے چلے آرہے ہیں جو غیر اسلامی رہنمائیوں سے بیزار اور خالص دینی مقصد کے لیے دینی طرز پر کام کرنے کے خواہشمند ہیں۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان میں سے کتنوں کو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی اقامت کی جدوجہد میں عملاً شریک ہونے کی سعادت بخشے گا لیکن یہ حالت ہوا کا رخ صاف بتا رہی ہے۔ بعض جگہ تو ایسے حلقوں کے علماء اس کام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں جہاں اس تحریک کے پہنچ جانے کا ہمیں وہم و گمان بھی نہیں تھا اور ہمارا اندازہ تھا کہ یہ حلقے شائد دین کے بالفعل برپا ہونے کے بعد بھی متاثر نہ ہوں گے۔

جدید تعلیم یافتہ طبقہ یہ واقعہ ہے کہ بنیادی انسانی اخلاقیات کے لحاظ سے اس وقت جدید تعلیم یافتہ طبقہ ہی امامت و پیشوائی کے مقام پر فائز ہے اور حد یہ ہے کہ ہمارے دینی رہنما یعنی علماء حضرات بھی ان سے اس درجہ مرعوب ہو چکے ہیں کہ اب وہ اپنا مصرف اس کے سوا کچھ نہیں سمجھتے کہ اسی طبقہ کی خواہشات اور آرزوؤں اور فلسفوں اور سیاستوں کو کتاب و سنت کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر کوئی خدا کا بندہ ان کی غلطیوں اور غیر اسلامی کارروائیوں پر تنقید

کرکے ان کو راہ راست کی طرف لانے کی سعی کرے تو اسے الٹا موردِ الزام ٹھیرائیں۔ یہ کہہ دینے میں ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ جدید تعلیم یافتہ طبقے کی گمراہی اور بے راہ روی اور دین سے دوری کی پچاس فیصدی ذمہ داری علماء حضرات ہی پر ہے۔ ان حضرات کی دورنگی زندگی نے دین اور غیر دین کو اس قدر خلط ملط کردیا ہے کہ نہ صرف غیر مسلموں ہی کو بلکہ دین سے ناواقف مسلمانوں کو بھی دین کے مقتضیات اور اس کی ہمہ گیری سمجھنے میں بہت سی مشکلات پیش آرہی ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان میں کے بڑے بڑے شیوخ و زہاد بھی جنھوں نے اپنی عمریں قرآن و حدیث سیکھنے اور سکھانے میں صرف کی ہیں صرف وضع قطع اور لباس اور کچھ اصطلاحی عبادات میں قدیم طرز پر قائم ہیں ورنہ اپنے طور طریقوں، فلسفہ ہائے زندگی اور سیاستوں اور اجتماعی اخلاقیات میں وہ ان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں بلکہ ان کی شاگردی پر فخر کرتے ہیں تو وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ وضع قطع، یہ لباس اور عبادات بھی صرف ان کی دقیانوسیت اور قدامت پسندی کا نتیجہ ہے جو آہستہ آہستہ دور ہو جائیں گی۔ اس صورت حال کے طبعی نتیجہ کے طور پر جب پنڈت جواہر لعل نہرو نے یہ کہہ دیا کہ مسلمان اپنے تہذیب و تمدن کا اتنا شور مچاتے ہیں آخر ان کے پاس ایک ٹونٹی دار لوٹے، ٹخنوں سے اوپر پاجامے، ایک خاص وضع کی ٹوپی اور لمبی ڈاڑھی کے علاوہ اور ہے کیا چیز، تو یہ سب لوگ تلملا اٹھے لیکن انصاف کی نظر سے دیکھیے کہ انھوں نے عملاً اس کے علاوہ اور اسلام کا پیش ہی کیا کیا ہے؟ جب مسلمان عوام سے لے کر ان کے علماء اور رہنماؤں تک مذکورہ افعال کے علاوہ (اور وہ بھی خال خال) سب کے سب اپنی عملی زندگی میں اُنھی طریقوں، نظریوں اور فلسفوں کے پابند اور پیرو ہیں جن کے کتاب و سنت سے بے بہرہ اور ان سے منکر لوگ پابند ہیں تو غیر مسلم دنیا اسلام کو ٹونٹی، ٹخنے اور ٹوپی سے آگے جان ہی کیا سکتی ہے؟

جدید تعلیم یافتہ مسلمان اور غیر مسلم بھی جب ان کے سامنے اسلام تمام تفصیلات سمیت پیش کیا جاتا ہے تو حیران و ششدر رہ جاتے ہیں اور پھر ان کا استدلال معقولات سے ہٹ کر اپنے "پیرو" اور "مقتدی" علماء کے طرزِ عمل کی طرف پھر جاتا ہے کہ یہ لوگ جو ہمارے ہر فعل کو کتاب و سنت

کی سند دے رہے ہیں، الیکشن کو معرکہ بدر اور یوم الفرقان قرار دے رہے ہیں کیا یہ دین کو نہیں جانتے؟ یہ چیز واضح کر رہی ہے کہ حضرات علما کی ذمہ داری کتنی سخت ہے اور ان کے طرز عمل سے دین حق اور تحریک اقامت دین کو کس قدر نقصان پہنچ رہا ہے کہ اسلام سے ناواقف لوگ اپنے غیر اسلامی طور طریقوں کے لیے ان کے طرز عمل سے اسلام کی سند پکڑ رہے ہیں۔ اس کی توضیح کے لیے میں ان خطوط میں سے صرف ایک خط نمونے کے طور پر پیش کرتا ہوں جو ان دنوں میں ہمارے پاس آئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا جواب بھی جو ہماری طرف سے دیا گیا ہے:-

بخدمت حضرت المکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

عرض ہے کہ میں نے آپ کے رسالے کا خوب مطالعہ کیا ہے۔ میری ایک برادرانہ گذارش ہے وہ یہ کہ آپ نے جو دار الاسلام پنجاب میں بنایا ہے یہ غلط ہے۔ اور جو آپ نے انتخابات کا بائیکاٹ کیا ہے یہ بھی غلط ہے۔

اگر آپ دار الاسلام کے عاشق ہیں تو آپ کو دنیا کے اندر جو اس وقت دار الاسلام کہلاتے ہیں وہاں جا کر انھیں صحیح معنوں میں دار الاسلام بنانا چاہیے۔ کیونکہ ان کی اصلاح جلدی ہو جائے گی۔ مثلاً سعودی عربیہ، مصر، افغانستان اور ترکستان وغیرہ یعنی جہاں بظاہر طور پر مسلمان حکمران ہیں انھیں پہلے دار الاسلام بنایئے پھر دار الکفر کی طرف متوجہ ہوجئے۔ پہلے مسلمان سلطنتوں کو ٹھیک کیجیے بعد میں غیر مسلم ملکوں میں دار الاسلام کے بنانے کا دماغ میں خیال لایئے۔ ان کی اصلاح بہ نسبت اس ملک کے جلدی ہو سکتی ہے۔ ان کے دماغ آزادی کے الفاظ سے آشنا ہیں۔ اُن ممالک میں تو ابھی صحیح اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی تو آپ ایسے ملک میں اسلامی حکومت کیسے قائم کر سکتے ہیں جن کا نظام سرے سے ہی باطل ہے۔

آپ فرمائیں گے کہ ان ممالک میں جانا مشکل ہے اگر وہاں جانا مشکل ہے تو ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی ریاستیں ہیں ان میں اس تحریک کو چلایئے مثلاً نظام اسٹیٹ۔

بھاولپور، چترال وغیرہ۔

آپ نے جو انتخابات کا بائیکاٹ کیا ہے یہ بھی غلط ہے۔ یہ اجتہاد آپ کا لغویت پر مبنی ہے۔ آپ کے اس اجتہاد کے خلاف مولانا حسین احمد صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا احمد سعید صاحب، حضرت مولانا امام الہند ابوالکلام صاحب آزاد، مولانا مظہر علی صاحب اظہر، حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری، حضرت مولانا قاسم ثانی قاری محمد طیب صاحب دارالعلوم دیوبند، مولانا حفظ الرحمن صاحب، مولانا مولوی غلام مرشد صاحب، مولانا محمد بخش صاحب مسلم، علامہ علاؤالدین صاحب صدیقی، مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا محمد مسلم صاحب عثمانی، مولانا احمد علی صاحب جیسے مقتدر علمائے کرام اور صوفیائے عظام ہیں۔ عام اس سے کہ وہ کانگریسی ہوں یا احراری یا لیگی بہرکیف انھوں نے انتخابات کا بائیکاٹ نہیں کیا بلکہ اس میں حصہ لیا، اور ترغیب دی۔ تو کیا آپ کے نزدیک یہ تمام حضرات حرام کے مرتکب ہوئے ہیں؟

میری اس عرضداشت کو ضد یا تعصب ہرگز نہ سمجھیں۔ واللہ العظیم میں سچ عرض کرتا ہوں ضد نہیں، پارٹی بازی نہیں صرف آپ کے رسالہ کا مضمون پڑھ کر میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ آپ نے تمام بزرگان دین کو مرتکب حرام ایک دم قرار دیدیا مگر تعجب ہے کہ آپ کا دست اقدس شل نہیں ہوا۔

والسلام

جواب:۔

محترمی و مکرمی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ہر آدمی کے لیے اس کا فرض اسی سرزمین پر عائد ہوتا ہے جہاں وہ پیدا ہوا ہو اور قیام رکھتا ہو، اور دوسری جگہ اس کا جانا اسی صورت میں درست ہوتا ہے جبکہ وہ اپنی پیدائشی سرزمین میں اپنا فرض ادا نہ کرسکتا ہو۔ اس کے علاوہ ہر آدمی کے لیے فطری طور پر میدان عمل ہوتا ہی اس کا اپنا وطن ہے۔ جہاں کی زبان، عادات، خصائل، سب سے وہ پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ اب اگر یہ زمین سنگلاخ ہو تو اسے کوشش کرکے دیکھ لینا چاہیے کہ وہاں کوئی بیج جڑ پکڑ سکتا ہے یا نہیں!

کوشش کے بعد مایوسی ہو جائے تو دوسری مناسب سرزمین تلاش کرنا درست ہے۔

انتخاب کے متعلق آپ نے جو بات تحریر فرمائی ہے، آپ اس کے سوا کچھ اور فرما بھی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ آپ کے لیے یہ معلوم کرنے کا کہ اسلام کی اصولی تعلیمات کیا ہیں اور ان اصولی تعلیمات کا ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسائل سے کیا تعلق ہے، اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ آپ بڑے بڑے علماء کی طرف دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ لیکن اسے میری بدقسمتی سمجھیے یا خوش قسمتی کہ میں اپنا دین معلوم کرنے کے لیے چھوٹے یا بڑے علماء کی طرف دیکھنے کا محتاج نہیں ہوں، بلکہ خود خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ دین کے اصول کیا ہیں اور یہ بھی تحقیق کر سکتا ہوں کہ اس ملک میں جو لوگ دین کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں وہ کسی خاص مسئلہ میں صحیح مسلک اختیار کر رہے ہیں یا غلط۔ اس لیے میں اپنی جگہ مجبور ہوں کہ جو کچھ قرآن و سنت سے حق پاؤں، اسے حق سمجھوں بھی اور اس کا اظہار بھی کر دوں۔ آپ جو حق کو جاننے کے لیے دوسروں کے محتاج ہیں، آپ کے لیے یہ تو کسی نہ کسی طرح درست ہو بھی سکتا ہے کہ جن علماء کو آپ معیار حق سمجھتے ہیں ان کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلیں، لیکن آپ کے لیے یہ آخر کس طرح درست ہو گیا کہ جو اپنی آنکھوں سے راستہ دیکھنے کی قوت رکھتا ہے اس سے بھی آپ یہ مطالبہ کریں کہ کسی دستگیر کا محتاج بینا بن کر چلے یا اپنی بینائی کو آپ کی خاطر جھٹلائے۔"

ظاہر ہے کہ ہر وہ چیز جو مسلمان قوم کے لیے فائدہ مند ہو ضروری نہیں کہ اسلام کے لیے بھی فائدہ مند ہو کیونکہ قومیت اور اسلام دونوں کے تقاضے ایک دوسرے سے الگ ہیں اور ان کے مفاد کا بہت سے معاملات میں تضاد اور ٹکراؤ ہو سکتا ہے، اور ہو رہا ہے لیکن جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی ایک بڑی غلط فہمی یہ بھی ہے کہ جو چیز مسلمانوں کے فائدے کی ہو (اور فائدے سے مراد ان کے نزدیک مادی فائدہ ہے) وہ لازماً اسلام اور نیکی کا کام بھی ہے اور افسوس ہے کہ یہ سبق بھی حضرات علماء ہی کا دیا ہوا ہے جنھوں نے اسلام اور مسلم قومیت کو باہم متبادل بنا دیا ہے لیکن جماعت اسلامی کا لٹریچر پھیلنے سے اب حالات آہستہ آہستہ بدل رہے ہیں اور سنجیدہ اور سمجھدار لوگ اپنے لیڈروں اور رہنماؤں پر

تنقیدی نگاہ ڈالنے لگے ہیں اور ان کو یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ آخر وہ کس قسم کی اسلامی حکومت اور کونسا اسلامی نظام ہوگا جسے یہ سنی و شیعہ، مسلم و ملحد، اشتراکی و سرمایہ دار، ملّا و بابو اور خدا اور رسولؐ کے شیدائی اور ان کا مذاق اڑانے والے سب ایک فوج بن کر قائم کرنے جا رہے ہیں؛ افتاں و خیزاں جوں جوں یہ لوگ "قومیت" کی بنیاد پر اپنی "اسلامی حکومت" کی عمارت کو اوپر اٹھائیں گے، اس کی کجی، ٹیڑھا پن اور اس کی اسلام سے دوری نمایاں تر ہوتی چلی جائے گی حتیٰ کہ منزل پر پہنچ جانے پر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو اسلام سے اور بھی دور نکل گئے الّا آنکہ ان کے ساتھی علماء اس وقت اُسے بھی کتاب و سنت کی سند عطا فرما دیں۔ ضرورت ہے کہ واقعات کی روشنی میں ان کی "اسلامی حکومت" کی حقیقت اور خط و خال کو اجاگر کیا جائے تاکہ کم سے کم ان میں کا وہ گروہ جو غلط فہمی سے اس رو میں بہ رہا ہے راہ راست پر آ جائے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کی دینی حس نسبتاً بہت جلد بیدار ہو جاتی ہے اور جس چیز کو یہ لوگ سوچ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں پھر اس کے لیے ہر قسم کی قربانی بھی کر گزرتے ہیں۔ ان لوگوں میں ہمارا لٹریچر تیزی سے پھیل رہا ہے اور ایک کثیر تعداد میں یہ لوگ متاثر بھی ہو رہے ہیں اور ان کی سمجھ میں یہ بات آ رہی ہے کہ موجودہ تمام تحریکیں وطنیت یا قومیت کے نظریہ پر قائم ہیں اور وہ سرتاپا مغربی جمہوری اصولوں پر ارتقا کر رہی ہیں اور ان کا نتیجہ وطنی یا قومی نقطۂ نظر سے خواہ کتنا ہی مفید ہو بہرحال اسلام سے ان کو کوئی تعلق نہیں اور نہ یہ نظام اسلامی پر منتج ہو سکتی ہیں۔

حلقہ وار اجتماعات

اس سال ملک کے مختلف حصوں میں حلقہ وار اجتماعات مسلسل ہوتے رہے اور اس سے ارکان کو آپس میں ملنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے اور منظم طور پر کام کو آگے بڑھانے کے طریقے سوچنے اور باہم بیگانگی کو دور کرنے کا اچھا خاصہ موقع ملا اور اب یہ دیکھ کر بہت مسرت ہوتی ہے کہ ارکان جماعت ایک دوسرے کے بہت قریب ہو رہے ہیں، باہم خیر خواہی، محبت، ہمدردی اور تعاون میں نمایاں ترقی کر رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جماعتی کاموں کو دوسرے سب کاموں سے عزیز تر

سمجھنے لگے ہیں۔

حلقہ وار اجتماعات کے سلسلے میں مولانا امین احسن صاحب اصلاحی، محمد عبد الجبار صاحب غازی اور قیم جماعت نے ستمبر ۴۵ء میں صوبہ سرحد کا دورہ کیا۔ پشاور، کوہاٹ، نوشہرہ چھاؤنی اور تخت بھائی ضلع مردان میں لوگوں کو خطاب کیا گیا۔ تخت بھائی میں صوبہ سرحد کا اجتماع تھا اس میں بھی شریک ہوئے۔ سرحد سے واپسی پر کیمبل پور میں ضلع کیمبل پور، راولپنڈی اور جہلم کا اجتماع منعقد کیا گیا اور گجرانوالہ میں ضلع گجرانوالہ اور گجرات کا اجتماع کیا گیا۔

اس کے بعد ۵؍ دسمبر ۴۵ء کو سیالکوٹ کے اجتماع میں مرکز سے مولانا امین احسن صاحب، غازی عبد الجبار صاحب، مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب اور قیم جماعت شریک ہوئے۔ اس اجتماع میں ضلع سیالکوٹ، گجرانوالہ اور جموں کے احباب کو بلایا گیا تھا۔ پھر جنوری کے آخر میں روہیلکھنڈ کے اجتماع میں جو شاہجہانپور میں ۲۷؍ جنوری ۴۶ء کو منعقد ہوا، مرکز سے مولانا امین احسن صاحب اور قیم جماعت شریک ہوئے۔

اس کے علاوہ مولانا امین احسن صاحب نے کانپور اور بریلی کا بھی دورہ کیا اور امیر جماعت اپنے علاج کے سلسلے میں اکثر لاہور جاتے رہے اور دو مہینے دہلی میں بھی رہے اور ہر جگہ بہت سے لوگوں تک آواز پہنچانے کا کام کیا گیا۔

ان کے علاوہ جو اجتماعات ملک کے مختلف حصوں میں ہوئے ان میں مرکز سے کوئی صاحب شریک نہیں ہوئے۔ یہ اجتماعات ہر حلقے کے ارکان اپنے طور پر کرتے رہے اور ہم چاہتے بھی یہی ہیں کہ ہر حلقے کے رفقا خود کفیل ہو کر کام کرنے لگیں۔ کیونکہ مرکز میں، سٹاف اتنا کم ہے کہ وہاں سے کسی کا باہر نکلنا مشکل ہے۔

مرکزی مکتبہ سے لٹریچر کی اشاعت

ہمارا مرکزی مکتبہ جو دعوت کے ساتھ ہمارے شعبہ مالیات کے لیے بھی ریڑھ کی ہڈی کا کام دیتا ہے اس سال بھی بدستور کاغذ کی کمی کی وجہ سے مشکلات میں مبتلا رہا۔ پورے سال میں ایک بار ان

بھی ایسا نہیں آیا جبکہ جماعت کی ساری کیا بیشتر مطبوعات بھی بیک وقت مکتبہ میں موجود رہی ہوں۔ کاغذ کا کوٹا اول تو ہماری ضروریات سے ہے ہی بہت کم اس کے علاوہ اگر پرمٹ ہمیں ملے بھی تو بازار سے کاغذ نہیں ملتا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جن ذرائع اور طریقوں سے دوسرے لوگ بلا تردد فائدہ اٹھاتے ہیں اور جو دراصل اس سرتاپا بگڑی ہوئی سوسائٹی میں کام لینے کے طریقے قرار پا گئے ہیں ہمارے لیے وہ سارے کے سارے تقریباً بند ہیں۔ ان مشکلات کے باوجود ہمارے صرف مرکزی مکتبہ سے گذشتہ جون سے مارچ ۱۹۴۶ء کے آخر تک ۵۵،۰۰۰ کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں دنیا کے مختلف حصوں میں گئیں اور ان کی مجموعی قیمت انتالیس ہزار روپے ہے۔ اس کے علاوہ حیدرآباد دکن، دہلی، لدھیانہ، امرتسر اور لاہور کی مقامی جماعتوں نے بھی کچھ لٹریچر شائع کیا۔

اب حیدرآباد میں کاغذ کے لیے کچھ مزید آسانیاں بہم پہنچنے کی توقع ہے اور خیال ہے کہ اشاعت کے کام کا ایک بڑا حصہ وہاں منتقل کر دیا جائے ورنہ اس سے پہلے وہاں یہ کام تقریباً بند کر دیا گیا تھا۔

اگر ہمارا پورا لٹریچر مکتبہ میں موجود رہے تو وہ اپنے نکاس کی موجودہ رفتار کے لحاظ سے کم سے کم دوگنا نکل سکتا ہے۔ اور اس سے بیک وقت دو فائدے حاصل ہوتے ہیں کہ ہماری آواز بھی لوگوں تک پہنچتی ہے اور بیت المال کی آمدنی میں اضافہ ہو کر ہمارے دوسرے کام جو صرف سرمائے کی وجہ سے رُکے پڑے ہیں وہ بھی شروع ہو سکتے ہیں۔

جماعت اسلامی کے لٹریچر کی جو کتابیں اس وقت تک مرکزی مکتبے سے شائع ہوئی ہیں ان کی مجموعی تعداد ۱،۱۳۶،۰۰۰ ہے اور ان میں سے اس وقت صرف ۷۳،۰۰۰ کتابیں مکتبے میں موجود ہیں۔ لٹریچر کی ان چھبیس کتابوں میں سے پندرہ اس وقت یا تو زیر کتابت ہیں یا پریس میں جا چکی ہیں اور بعض کی کتابت ہوئے بھی کئی مہینے ہو گئے ہیں لیکن کاغذ نہ ہونے کی وجہ سے وہ شائع نہیں ہو سکیں۔

دوسری زبانوں میں جماعت کے لٹریچر کی اشاعت

مرکز میں صرف اردو اور انگریزی مطبوعات کی اشاعت کا انتظام ہے۔ انگریزی لٹریچر اب تک

برائے نام ہی رہا ہے۔ دعوتِ اسلامی کا سارا دار مدار اس وقت تک جماعت کے اردو لٹریچر ہی پر ہے۔ اردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں اس سال حسب ذیل کام ہوا:۔

(۱) عربی۔ گذشتہ سال عرب ممالک کے لیے عربی زبان میں لٹریچر تیار کرنے کے لیے "دار العروبہ" کے قیام کا ذکر کیا گیا تھا۔ چونکہ اس شعبہ کے انچارج مولانا مسعود عالم صاحب ندوی دمہ کے مریض ہیں اس لیے طبی مشورہ کے مطابق "دار العروبہ" کے لیے جالندھر شہر کا مقام تجویز ہوا۔ لیکن جنگی مشکلات کی وجہ سے وہاں مکان نہ مل سکا اور دار العروبہ جالندھر میں ایک دوست کے مکان پر عارضی طور پر قائم کر دیا گیا۔ دو تین مہینے اس طرح گذرے پھر جالندھر میں مکان حاصل ہونے میں جب مایوسی ہوگئی تو ڈاہوں ضلع جالندھر میں اس ادارے کو منتقل کر دیا گیا لیکن وہاں کی آب و ہوا بھی مرطوب اور مولانا مسعود عالم صاحب کے لیے بہت مضر ثابت ہوئی چنانچہ رمضان سے کچھ دن پہلے وہ رخصت پر بہار تشریف لے گئے۔ اس دوران میں مکان کی تلاش بدستور جاری رہی لیکن بے سود۔ چنانچہ پھر پھلور ضلع جالندھر دار العروبہ کے قیام کے لیے تجویز کیا گیا اور وہاں مولانا مسعود عالم صاحب نے رمضان کے بعد آکر کچھ دن قیام کیا۔ اسی اثنا میں جالندھر میں ایک مکان مل گیا اور پھر وہ جالندھر منتقل ہو گئے اور کچھ روز بعد مولانا جلیل احسن صاحب ندوی بھی دار العروبہ میں کام کے لیے مستقلاً تشریف لے آئے۔ اس طرح سال کا بیشتر حصہ مذکورہ پریشانی اور بدنظمی میں گذر گیا۔ اب ایک مشکل اور باقی ہے اور وہ دار العروبہ کے لیے ایک ایسے رفیق کار کی جو اس ادارے کے فرائض بھی انجام دے سکے، پریس کے کاموں سے بھی کچھ واقف ہو یا کم سے کم ان سے واقف ہونے اور اس کام کو چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور کچھ عربی میں مراسلت بھی کر سکتا ہو۔ مولانا مسعود عالم صاحب اور مولانا جلیل احسن صاحب دونوں مریض اور معذور ہیں اور دار العروبہ کے باہر کے اور انتظامی کاموں کے لیے بہرحال ایک مستعد اور مذکورہ صفات کے آدمی کی ضرورت ہے۔ جن صاحب کو اس کام کے لیے بلایا گیا تھا وہ بھی بیمار ہو کر واپس چلے گئے اور اب واپس نہیں آسکیں گے۔

ان ساری مشکلات کے باوجود اب تک "دینِ حق"، "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں" اور

"اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟" کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے اور "اسلام کا نظریہ سیاسی" کا ترجمہ ہو رہا ہے۔ ان کی اشاعت کا انتظام بھی ان شاء اللہ عنقریب ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ عربی رسالے کے لیے بھی جہاں تک ہماری تیاری کا تعلق ہے بالکل مکمل ہو چکی ہے۔ ڈیکلیریشن مل جائے تو یہ کام آج شروع ہو سکتا ہے۔ رسالے کا نام "الہدیٰ" تجویز کیا گیا ہے۔ ڈیکلیریشن کے معاملے کو ان دنوں ہم نے دانستہ ملتوی کر رکھا ہے کہ سنٹرل گورنمنٹ کی عائد کردہ پابندیوں کی وجہ سے ابھی اجازت ملنے کی توقع نہیں۔

(۱) ترکی: ترکی ترجمہ کی رفتار اس سال پہلے سے بہت تیز کر دی گئی ہے۔ اب ہمارے ترکی مترجم جناب اعظم ہاشمی صاحب اپنا پورا وقت اسی کام کو دے رہے ہیں۔ ان دنوں وہ "تنقیحات" کا ترجمہ کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ ترک مہاجرین میں اس نظریے کی تبلیغ و اشاعت کا کام بھی ان کے ذمہ ہے اور اس اجتماع سے پہلے انھوں نے ہندوستان کے ایک بڑے حصے کا دورہ اسی غرض سے کیا ہے۔

(۲) انگریزی: اس سے پہلے "رسالہ دینیات"، "نظریہ سیاسی" اور "اسلامی حکومت" اور "کیا ہندوستان کی نجات نیشنلزم میں ہے؟" کا انگریزی میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ اب نظریہ سیاسی اور اسلامی حکومت کا ترجمہ از سر نو کرایا گیا ہے۔ اور ان کے علاوہ "انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل" "اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر" "سلامتی کا راستہ" اور "جہاد فی سبیل اللہ" کا ترجمہ بھی مکمل ہو چکا ہے اور ان دنوں امیر جماعت ان سب کو دیکھ رہے ہیں۔ اب ان سب کو پمفلٹوں کی شکل میں شائع کرنے کے بجائے ایک مجموعے کی شکل میں خیال ہے کہ شائع کیا جائے تاکہ اسلام ان مسائل کو جس طریق پر حل کرتا ہے وہ سب بیک وقت پڑھنے والے کے سامنے آجائیں اور اس کے ذہن میں اسلام کے تیار کردہ افراد اور سوسائٹی کا ایک جامع نقشہ آجائے۔

ترجمے کا یہ کام تو ہندوستان میں ہوا ہے اور اس وقت بھی ہو رہا ہے۔

اس کے علاوہ لندن سے دو حضرات نے ہمارے لٹریچر کو انگریزی میں منتقل کر کے وہاں

شائع کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کی ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ وہاں سب سے پہلے "پردہ" کا انگریزی ترجمہ شائع کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ چنانچہ انھیں اس کتاب کے ایک باب کا ترجمہ نمونے کے طور پر بھیجنے کے لیے لکھا گیا ہے اور ابھی دنوں ان کی اطلاع آئی ہے کہ وہ بہت جلد ہی نمونہ بھیج دیں گے۔

مانچسٹر سے بھی ایک صاحب نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ انگلستان میں ہمارے انگریزی لٹریچر کی طباعت کا انتظام کیا جانا چاہیے۔ ہم نے انھیں بھی وہاں اس کا انتظام کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ یہ صاحب حیدرآباد دکن کے ہیں اور ہمارے رکن جماعت ہیں۔

(۴) سندھی: حیدرآباد سندھ میں ہمارا سندھی دارالاشاعت باقاعدہ قائم ہو چکا ہے۔ اور اس کے مصارف کا سارا بوجھ بھی صوبہ سندھ کے ارکان اور ہمدردوں نے خود ہی اٹھایا ہے رسالہ دینیات، خطبات، اسلامی عبادات اور قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں کا ترجمہ ہو رہا ہے رسالہ دینیات کا ترجمہ ساتھ ہی ساتھ ایک ہمدرد جماعت کے رسالہ "عبرت" میں شائع ہو رہا ہے خطبات کے پہلے دس خطبے اب تک تین پمفلٹوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں اور مسلمان کا بنیادی عقیدہ اور کلمہ طیبہ کے معنی بھی یکجا ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا جا چکا ہے اور یہ اس قدر مقبول ہوا ہے کہ اب اس کے بلاک بنوائے جا رہے ہیں۔

سندھ دارالاشاعت کا کام اب تک بہت آگے بڑھ گیا ہوتا لیکن ایک تو الیکشن کی وجہ سے پریس بے حد مصروف رہے اور طباعت کا کام خاطر خواہ نہ ہو سکا اور دوسرے ہمارے جو رکن اس کام کے انچارج ہیں وہ بیمار رہے۔ اب وہ اس کوشش میں ہیں کہ موجودہ ملازمت سے بالکل الگ ہو کر اس کام کو سنبھالیں۔

سندھی زبان میں ایک ماہوار رسالے کے اجرا کی بھی کوشش کی جا رہی ہے۔ رسالے کے لیے اسٹاف ہمارے پاس موجود ہے صرف ڈیکلیریشن اور کاغذ کے کوٹے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے بھی سندھ کے ارکان دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ درخواست کی جا چکی ہے اور امید ہے کہ ان شاء اللہ

وہ حضرات اس کوشش میں کامیاب بھی ہو جائیں گے۔

(۵) گجراتی: بمبئی کی جماعت کے زیر اہتمام ہمارا گجراتی دارالاشاعت باقاعدہ قائم ہو چکا ہے لیکن کچھ تو بمبئی کے فسادات اور الیکشن کے ہنگاموں کی وجہ سے اور کچھ ارکان کی اپنی سستی کی وجہ سے بھی یہ کام جس تیزی سے آگے بڑھنا چاہیے تھا اور بڑھ سکتا تھا اس تیزی سے آگے نہیں بڑھا۔ اسوقت تک خطبات میں سے پہلے نو خطبے کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ موجودہ حالات کے لحاظ سے معیار طباعت وغیرہ بہت اچھا ہے۔ سلامتی کا راستہ، خطبہ تقسیم اسناد، نیا نظام تعلیم، ایک اہم استفتا رسالہ دینیات اور معاشی مسئلہ کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ نیا نظام تعلیم اور اہم استفتاء کے علاوہ سب کے سب "مسلم گجرات" میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔

رسالہ دینیات مسلم گجرات کے علاوہ گجرات گزٹ میں بھی شائع ہو چکا ہے اور اس کے اڈیٹر صاحب نے اطلاع دی تھی کہ اس کے علاوہ وہ کچھ دوسرے مضامین بھی اپنے رسالے میں شائع کر چکے ہیں۔

(۶) ملیالم: ہمارا ملیالم زبان کا دارالاشاعت اسلامک پبلشنگ ہاؤس کے نام سے ادم سلیم ریاست ٹریور جنوبی مالابار میں قائم ہو چکا ہے اور اس کے زیر اہتمام اس وقت تک "رسالہ دینیات" اور "سلامتی کا راستہ" باقاعدہ کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں اور خطبات کا ترجمہ انشاء اللہ اس اجتماع کے بعد جلد ہی شائع ہو جائے گا۔ حاجی محمد علی صاحب جو اس کام کے انچارج ہیں اور پورے مالابار میں ابھی تک ایک ہی رکن جماعت ہیں بہت محنت اور جانفشانی سے اس کام کو کر رہے ہیں۔ ملیالم زبان میں ابھی مذکورہ دو کتابوں کے علاوہ ہمارا کوئی لٹریچر نہ ہونے کی وجہ سے مالابار میں تحریک کی رفتار سست تو ضرور ہے لیکن ہمارے حاجی صاحب ماشاء اللہ بہت محکم بنیادوں پر کام کو قائم کر رہے ہیں۔

(۷) تامل: مولوی شیخ عبداللہ صاحب جن کو اس زبان کے سیکھنے پر مامور کیا گیا تھا انھوں نے اس کام کو کافی تن دہی سے انجام دیا۔ کچھ مہینے وہ تامل کے علاقے کے مرکز میں بھی جا کر رہے۔ کو ئمبتور کو اس علاقہ میں وہی پوزیشن حاصل ہے جو اردو کے لیے لکھنؤ اور دہلی کو۔ شیخ صاحب نے اس زبان پر ایک حد تک

عبور حاصل کر لیا ہے اور کچھ ترجمے کا کام شروع بھی کر دیا ہے۔ مسلمان کا بنیادی عقیدہ زیرِ طبع ہے لیکن ابھی باقاعدہ تامل دارالاشاعت کا انتظام نہیں ہوا۔

ہمیں افسوس ہے کہ صوبہ مدراس کے دوسرے ارکان اور شیخ عبداللہ صاحب کے درمیان کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں اور یہ کام جس خوش اسلوبی اور باہم اعتماد کی اسپرٹ میں ہونا چاہیے تھا نہ ہو سکا لیکن یہ غلط فہمیاں کسی نفسانیت یا خود غرضی کی بنا پر نہیں، بلکہ خالصۃً جماعت اور دین حق سے گہری وابستگی کا ہی نتیجہ تھیں کہ ارکان ایک دوسرے کی مشکلات کو نظر انداز کر کے باہم توقعات قائم کرتے رہے چونکہ ہمارے ارکان اس ماحول میں گوناگوں پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور ابھی ہم میں بہت سی کمزوریاں بھی باقی ہیں اس لیے آپس میں ایک دوسرے کی مشکلات کا لحاظ رکھنا چاہیے جس شخص پر اعتماد کر کے کچھ کام سپرد کیا گیا ہو اسے کچھ اپنی سمجھ بوجھ اور عقل و دانست سے بھی کام کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ اس کی ہر حرکت ہر دوسرے شخص کے منشا کے عین مطابق نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ ہی اس شخص کا بھی یہ فرض ہے کہ حتی الامکان خواہ مخواہ کوئی شکایت نہ پیدا ہونے دے۔ پوری خدا ترسی اور مستعدی سے اس کام کو نبھائے اور اگر اسے معلوم ہو کہ اس کے خلاف کوئی شکایت پیدا ہو رہی ہے یا پیدا ہونے کا امکان ہے تو فوراً اس کے ازالہ کی کوشش کرے اور اس راہ کو بھی بند کر دے جس سے اس کے پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ اسوۂ رسول ہمارے سامنے ہے۔ ہر معاملے میں وہیں کے نمونے پر ہمیں چلنا ہے آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ رات کو کہیں جا رہے تھے سامنے سے کچھ لوگ آتے ہوئے دکھائی دیے، حضورؐ ٹھیر گئے اور ان کو پکار کر فرمایا، میں محمد ہوں اور یہ میری بیوی فلاں ہے۔ انھوں نے عرض کیا حضور آپ کو اس کے اظہار کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مبادا شیطان آپ لوگوں کو کسی فتنے میں مبتلا کر دے۔ ایسے معاملات میں اسی اسوہ پر ہمیں عمل کرنا ہے اور فتنے کا ہر چھوٹا بڑا دروازہ بالکل بند کرتے چلے جانا ہے۔

مولوی شیخ عبداللہ صاحب کے علاوہ ایک اور رکن جماعت بھی تامل کی مشق کر رہے ہیں

اور ایک ہمدرد جماعت جو ان دونوں ندوہ میں زیر تعلیم ہیں، ٹامل کے اچھے ادیب ہیں اور کچھ پمفلٹوں کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ خیال ہے کہ اگر ممکن ہو تو ان سب کو ٹامل دارالاشاعت میں جمع کر دیا جائے۔

(۸) کنڑی: کنڑی کرناٹک کے علاقے کی علمی زبان ہے۔ اس علاقے میں ابھی تک ایک بھی رکن جماعت نہیں لیکن شہر منگلور میں ہمدردوں کا حلقہ ہے جو ارکان ہی کی سی مستعدی کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ انھوں نے کنڑی زبان کے دارالاشاعت کے قیام کی اجازت چاہی ہے اور انھوں نے لکھا ہے کہ یہ سارا کام جماعت اسلامی ہی کا ہوگا اور اسی کی ہدایت و نگرانی میں وہ سارا کام کریں گے اور وہاں مقامی جماعت قائم ہو جانے پر یہ سارا کام اس کے حوالے کر دیں گے۔ ان حضرات نے امیر جماعت کی ریڈیو پر کی ہوئی تقریروں کے علاوہ سلامتی کا راستہ، دین حق، نبوت محمدی کا عقلی ثبوت اور اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر وغیرہ پمفلٹوں کا ترجمہ بھی کر لیا ہے اور وہ اس ترجمے کو Humanity literature series یعنی سلسلہ ادب انسانیت کے نام سے شائع کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو کنڑی دارالاشاعت کے قیام کی اجازت دے دی گئی۔

(۹) بنگلہ:- بنگلہ دارالاشاعت کا کام صوبہ بہار کے ارکان اور ہمدردوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس دارالاشاعت کی داغ بیل ڈال دی گئی ہے۔ قیم صوبہ بہار اس کام کے لیے مستقلاً دربھنگہ سے پٹنہ آ گئے ہیں اور گولا روڈ بانکی پور پٹنہ میں مکان لے لیا گیا ہے۔ ارکان اور ہمدردوں نے اس مد میں کچھ روپیہ بھی جمع کیا ہے۔

اس وقت تک خطبات، سلامتی کا راستہ اور "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" کے ترجمے مکمل ہو چکے ہیں اور رسالہ دینیات کا ترجمہ بھی انشاء اللہ عنقریب مکمل ہو جائے گا۔ ترجمے کا کام ہمدرد حضرات کر رہے ہیں چونکہ اپنی ملازمت اور معاشی دوڑ دھوپ سے انھیں اس کام کے لیے وقت بہت کم بچتا ہے اس لیے ترجمے کی رفتار ذرا سست ہے۔ جن کتابوں کا ترجمہ ہو چکا ہے یہ اب تک طبع ہو جاتیں لیکن الیکشن کی مصروفیتوں کی وجہ سے کوئی پریس ابھی ہمارے کام کے لیے وقت نہیں نکال سکا۔ اب اجتماع کے بعد انشاء اللہ یہ شائع ہو جائیں گی۔

(۱۰) **پشتو:** پشتو زبان میں ترجمے اور اشاعت کا کام سرحد کے ارکان نے اپنے ذمے لیا ہے۔ اس سے پہلے خیال تھا کہ سرحد میں اردو زبان سے ہی کام لیا جائے کیونکہ یہی وہاں کی تعلیمی زبان ہے اور سب پڑھے لکھے لوگ سے جانتے اور پڑھتے ہیں۔ لیکن اب وہاں پشتو کے لیے بڑھتی ہوئی عصبیت کی وجہ سے پشتو میں لٹریچر منتقل کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اس زبان میں اب تک صرف ایک خطبہ اور بنیادی عقیدہ شائع ہوا ہے۔ رسالہ دینیات کا ترجمہ اب ایک ہمدرد نے شروع کیا ہے۔

(۱۱) **ہندی:** ہندی زبان میں لٹریچر کے ترجمہ کا کام گذشتہ سال الہ آباد کی جماعت نے اپنے ذمے لیا تھا لیکن وہ اس کا انتظام نہیں کر سکے۔ کوئی ایسا شخص ہمیں نہیں مل سکا جو اردو اور ہندی دونوں پر عبور بھی رکھتا ہو اور ہمارے نظریے سے متفق بھی ہو۔ اس لیے ابھی تک یہ کام بالکل بند ہے۔

پس اب تک اردو کے علاوہ صرف دس دوسری زبانوں میں ہمارے کام کی ابتدا ہو سکی ہے۔ ضرورت ہے کہ ارکان بقیہ زبانوں میں کام کی ابتدا کے لیے ذرائع و وسائل فراہم کرنے کی کوشش کریں اور جو کام شروع ہو چکے ہیں ان کو محکم تر اور وسیع تر کرنے کی فکر کریں۔

صوبہ وار قیموں کا تقرر

صوبہ بہار: گذشتہ سالانہ اجتماع سے پہلے سید محمد حسنین صاحب جامعی کو صوبہ بہار کے لیے قیم مقرر کیا جا چکا تھا، اور وہ اس کام کو محنت اور جانفشانی سے انجام دیتے رہے ہیں۔ اس سال وہ اپنے صوبہ کے تقریباً سب بڑے بڑے مقامات کا دورہ کر کے پڑھے لکھے طبقے تک اپنے خیالات پہنچا چکے ہیں اور اگرچہ سال بھر میں ارکان کی تعداد میں تو کوئی اضافہ نہیں ہوا لیکن ہمدردوں کا طبقہ بہت وسیع ہو گیا ہے اور سنجیدہ لوگوں کی کافی تعداد جماعت کے قریب آ گئی ہے جن کا بیشتر حصہ اس اجتماع میں بھی شریک ہے۔ حسنین صاحب اب بنگلہ دارالاشاعت کے سلسلے میں اور جماعت کے کام کو (Centralise) کرنے کی غرض سے دربھنگہ سے مستقلاً پٹنہ میں منتقل ہو گئے ہیں اور بنگلہ دارالاشاعت اور تنظیم جماعت دونوں کام کر رہے ہیں۔ صوبے میں جو کام ہوا ہے اس کی تفصیلی

رپورٹ وہ خود پیش کریں گے۔

صوبہ سرحد: صوبہ سرحد میں گذشتہ اجتماع سے پہلے صرف دو ارکان موجود تھے۔ اس اجتماع پر پانچ آدمی اور شریک جماعت ہوئے اور ان میں سے خان سردار علی خان صاحب موضع سیرے ڈاکخانہ تخت بھائی ضلع مردان کو وہاں کی مقامی جماعت کا امیر اور صوبہ سرحد کے لیے قیم جماعت مقرر کیا گیا۔ دوسرے صوبوں کی بہ نسبت صوبہ سرحد میں ہمارے کام کی راہ میں بہت زیادہ مشکلات ہیں تقریباً پورا صوبہ وطنیت کا پرستار، اسے عین تقاضائے اسلام سمجھنے والا اور ملا زدہ ہے جن کے اثر کا نتیجہ یہ ہے کہ پورے اسلام کو نگل جانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن جن بدعات کو انھوں نے خود اسلام سمجھ رکھا ہے اس کے خلاف کوئی چیز وہ سننے کے لیے تیار نہیں اور قدم قدم پر کوئی فتنہ کھڑا ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس لیے وہاں کام کرنے کے لیے بہت حکمت و دانائی کی ضرورت ہے اسی لیے کام کی رفتار سست ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہمیں صحیح قسم کے کارکن مل گئے ہیں اب ایک دو علم دین رکھنے والے حضرات ان کے ساتھ آجائیں تو یہ کام انشاء اللہ کافی تیزی سے پھیل جائے گا اور آپ کو یہ سنکر مسرت ہوگی کہ اس طبقے کے بھی کچھ لوگ اب اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور ہمارے قیم صوبہ کافی دانائی سے کام لے رہے ہیں۔

صوبہ یوپی: یوپی کے لیے قیم جماعت کے تقرر کا مسئلہ گذشتہ اجتماع کے موقع پر پیش ہوا تھا۔ اور یہ فیصلہ بھی ہوگیا تھا کہ اس صوبہ کے لیے بھی ایک صوبائی قیم جماعت مقرر کیا جائے۔ اس کے لیے یوپی کے ارکان اور جماعتوں نے مولوی ضیاء النبی صاحب مدرسہ اشرف العلوم قلی بازار کانپور کو منتخب کیا تھا لیکن بعد میں چند وجوہ کی بنا پر یہ تقرر ملتوی کر دیا گیا۔ مولوی ضیاء النبی صاحب نے بھی کچھ ایسے وجوہ تحریر کرکے امیر جماعت کو بھیجے جن کی بنا پر ان کی یہ رائے قرار پائی کہ کسی دوسرے موزوں آدمی کے ملنے تک اس معاملہ کو ملتوی رکھا جائے۔

جنوبی ہند: جنوبی ہند کی جماعتوں اور ارکان نے اپنے علاقے کے لیے مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری کو قیم حلقہ منتخب کیا اور ان کی تجویز کے مطابق مولانا موصوف کو کچھ عرصہ مرکز میں

رہ کر تنظیم جماعت کا کام کرنے کے لیے بلایا گیا۔ وہ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مرکز میں تشریف لائے اور اب تک وہیں رہے ہیں اور شعبۂ تنظیم میں کام کرتے رہے ہیں۔ اب جنوبی ہند لوٹنے سے پہلے ان کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ شمالی ہند کے عربی مدارس اور دوسرے دینی اداروں میں جائیں اور ان کے اساتذہ، کارکنوں اور علما کو ٹٹولیں اور کھٹکھٹائیں اور ان کو بتائیں کہ ہم یہ کام لے کر اٹھے ہیں اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو اس کی نشاندہی فرمائیں اور اگر صحیح اور عین حق ہے تو اس کا ساتھ دیں یا کم سے کم اس سے ہمدردی کریں اور اس کے لیے کلمۂ خیر کہیں۔

اس کام سے فارغ ہو کر مولانا صبغۃ اللہ صاحب جنوبی ہند میں جا کر قیم جماعت کے فرائض کو سنبھالیں گے۔ اس دورے کے لیے غالباً ایک آدھ اور عالم دین کو بھی ان کے ساتھ بھیجا جائے گا۔

ہماری درسگاہ اور تربیت گاہ

درسگاہ کے قیام کے راستے میں جن مشکلات کا ذکر میں نے گذشتہ سال کیا تھا ان میں سے کوئی ایک بھی دور نہیں ہوئی۔ نہ کوئی تعمیر سے واقف آدمی ملا ہے جو اس کام کو ہاتھ میں لے کر تعمیری سکیم کو آگے چلا سکے۔ نہ تعمیری سامان اور مسالہ کی فراہمی میں کوئی سہولت پیدا ہوئی ہے اور نہ ہمارے پاس سرمایہ ہی اس قدر آیا ہے کہ ہم ان سب مشکلات کو صرف روپے کے زور سے حل کر لیں۔ مسلسل آٹھ نو ماہ کی دوڑ دھوپ اور کثیر مصارف سے ہم صرف دو کوارٹر مکمل کر سکے ہیں اور وہ بھی وہ جن کی ہمارے موجودہ عملہ کے لیے ناگزیر ضرورت تھی۔ اس لیے درسگاہ کے بارے میں تو اس وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کب تک فی الواقع شروع کی جا سکے گی۔ یہ ارکان اور ہمدردوں کی اپنی ہمت و ایثار، حالات کی سازگاری، اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر منحصر ہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ سال ہی یہ سب کچھ ہو جائے یا کئی سال اسی طرح گذر جائیں۔

ہاں البتہ تربیت گاہ کے انتظامات تقریباً مکمل ہو چکے ہیں۔ صرف دو کمروں کی چھت اور فرش باقی ہیں اور یہ بھی انشاء اللہ بہت جلد ہو جائے گا کیونکہ ان کے لیے پھونس اور لکڑی سب ہمارے پاس موجود ہے۔ لیکن تربیت گاہ کی باقاعدہ ابتدا امیر جماعت کی صحت یابی

کے بعد ہی ممکن ہوگی۔ دعا کیجیے اللہ تعالیٰ انھیں خیروعافیت سے اس مرحلے سے گذار دے۔

تربیت کے لیے ارکان جماعت میں سے پندرہ پندرہ بیس بیس آدمیوں کے گروپ ایک معین مدت کے لیے جو سردست شاید ایک ماہ سے زیادہ نہیں ہوگی مرکز بلائے جائیں گے اور کوشش کی جائے گی کہ جماعت کے نصب العین اور طریق کار کے متعلق اگر کچھ کمزوریاں ان میں موجود ہوں تو ان کو دور کیا جائے، اپنے خیالات کو سوسائٹی کے مختلف طبقوں میں پھیلانے اور ان کو ان سے متاثر کرنے کے طریقے ان کو سمجھائے جائیں، لٹریچر کے خاص خاص اور اہم حصوں کا ایک ترتیب کے ساتھ انھیں مطالعہ کرادیا جائے، منظم اور منضبط زندگی بسر کرنے کا کچھ تجربہ کرادیا جائے۔ مرکز کے لوگوں سے زیادہ قریب ہونے اور باہم راہ و رسم کے مواقع فراہم کیے جائیں اور مختلف ارکان کی قابلیتوں اور صلاحیتوں کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ جماعت کی آئندہ کی سکیموں کے لیے کارکن چنے جاسکیں۔

اس کام کے لیے انشاءاللہ کسی مزید سٹاف کی ضرورت نہیں ہوگی۔ مرکز میں جو لوگ پہلے سے موجود ہیں انھیں سے یہ کام چلایا جاسکے گا۔ اس سے مرکزی اسٹاف پر کام کا بار ضرور بڑھ جائے گا لیکن باہر سے آنے والے احباب ہی کی مدد سے دوسرے طریقوں سے ہلکا کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ وہ مختلف کاموں میں ہمارا ہاتھ بٹائیں، اس سے دوہرا فائدہ ہوگا کہ تربیت گاہ کا کام موجودہ اسٹاف میں اضافے کے بغیر چل سکے گا اور ارکان جماعت کو مرکز کے کاموں سے واقف ہونے کا موقع ملے گا۔

مرکزی بیت المال اور اسکے حسابات

مرکزی بیت المال کے حسابات پیش کرنے سے پہلے مقامی بیت المالوں میں مختلف قسم کی جو آمدنیاں ہوتی ہیں ان کے مصارف کے متعلق کچھ عرض کردینا ضروری ہے۔

بیت المال میں عام طور پر تین قسم کی رقمیں آتی ہیں۔ عشر، زکوٰۃ، اور تیسری وہ رقمیں جو ارکان اور ہمدرد حضرات دعوت اسلامی کی اعانت کے لیے فی سبیل اللہ دیتے ہیں۔ ان میں سے

عشر اور زکوٰۃ کی رقم الگ رکھنی چاہیے اور اعانت کی رقم الگ۔ اعانت کی رقوم جماعت کے سلسلے کے سارے کاموں میں حسب ضرورت استعمال کی جا سکتی ہیں لیکن عشر اور زکوٰۃ کی رقم صرف انہی مصارف میں صرف کی جا سکتی ہے جو اس کے لیے قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں۔ جماعت کے ایسے کارکن جو اپنا سارا وقت دعوتِ اسلامی کے کام میں صرف کرتے ہوں ان کے مصارف کی کفالت زکوٰۃ کی مد سے کی جا سکتی ہے۔ جو کارکن جماعت کی دعوت کے کام میں سفر کریں اور اپنے سفر کے مصارف خود ادا نہ کر سکتے ہوں ان کی مدد بھی زکوٰۃ کی مد سے کی جا سکتی ہے۔ جو غریب آدمی ہمارا لٹریچر پڑھنا چاہتے ہوں اور خود نہ خرید سکتے ہوں ان کو زکوٰۃ کی مد سے لٹریچر خرید کر دیا جا سکتا ہے لیکن لائبریریوں کے لیے نہیں کیونکہ وہاں سے مستحقین اور غیر مستحقین سب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ اور عشر کی رقمیں مسافروں کی ضیافت، یتیموں کی پرورش، بیواؤں کی امداد، معذوروں اور بے روزگاروں اور قرضداروں کی اعانت وغیرہ پر صرف کی جا سکتی ہیں۔ الغرض مقامی امیر یا منتظم بیت المال غربا اور دوسرے مستحقین زکوٰۃ کی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کو مدد پہنچانے اور ان کے Up lift کے لیے تمام مناسب صورتیں اپنے حسب صوابدید اختیار کر سکتا ہے۔

جماعت کے مرکزی بیت المال کی سال گذشتہ کی آمد و صرف کا حساب درج ذیل ہے:۔

تفصیل آمدنی بیت المال جماعت اسلامی از یکم اپریل ۱۹۴۵ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۴۶ء

(۱)	مکتبہ (فروخت کتب)		۳۸۲۹۰—۹—۰
(۲)	زکوٰۃ		۱۴۹۴۹—۱۵—۰
(۳)	اعانت:۔ عام	۱۹۲۶۵—۱۲—۰	
(۴)	〃 بمد شعبۂ تعلیم	۳۱۰—۰—۰	
(۵)	〃 بمد تعمیرات	۵۲۰۵—۰—۰	۲۴۹۷۷—۱۲—۰
(۶)	〃 بمد بنگالی ترجمہ	۱۶۰—۰—۰	
(۷)	〃 بمد مصارف تنظیم یو۔پی	۳۷—۰—۰	

(۸)	امانت	۱۹۴ — ۶ — ۰
(۹)	قرض (وصولی)	۳۴۲۱ — ۳ — ۹
(۱۰)	دست گرداں (وصولی)	۱۶۹۲۰ — ۱۰ — ۷
(۱۱)	فروخت غلہ	۲۲ — ۱۴ — ۰
(۱۲)	لقطہ	۵ — ۲ — ۶
(۱۳)	متفرق	۱۳۹ — ۵ — ۴
	میزان	۹۸۹۰۹ — ۱۴ — ۳
	بقایا سابقہ: بمد زکوٰۃ ۳۵۴۴ — ۵ — ۵، دیگر مدات ۱۳۳۷ — ۶ — ۷	۴۸۸۱ — ۱۲ — ۰
	میزان کل	۱۰۳۷۹۱ — ۱۰ — ۲

تفصیل خرچ بیت المال جماعت اسلامی از ۱/اپریل ۱۹۴۵ء تا ۳۱/مارچ ۱۹۴۶ء

(۱)	مکتبہ (کتابت، طباعت وغیرہ کل مصارف)	۲۶۰۲۴ — ۱۱ — ۳
(۲)	اعانت (از مد زکوٰۃ)	۸۸۷ — ۱ — ۶
(۳)	" (از مد اعانت)	۷۹ — ۱۱ — ۰
(۴)	شعبۂ تعلیم	۳۱ — ۱۲ — ۰
(۵)	تعمیرات	۱۲۵۱۶ — ۱۰ — ۳
(۶)	معاوضہ	۹۱۸۷ — ۹ — ۶
(۷)	مصارف مہمان خانہ	۵۱۰ — ۲ — ۶
(۸)	مصارف اجتماع سالانہ (منعقدہ دارالاسلام اپریل ۱۹۴۵ء)	۲۳۷۶ — ۰ — ۳
(۹)	دارالعروبہ	۲۱۸۰ — ۰ — ۰
(۱۰)	دارالاشاعت ملیالم	۱۰۵۵ — ۵ — ۰

		روپے	آنے	پائی
(۱۱)	خرید غلہ	۲۶۳	۱۰	۰
(۱۲)	سٹیشنری	۱۸۴	۱۵	۶
(۱۳)	سفر خرچ	۴۶۸	۸	۰
(۱۴)	فرنیچر	۹	۱۲	۰
(۱۵)	کتب خانہ	۱۱۰	۸	۰
(۱۶)	دواخانہ	۲۰	۷	۶
(۱۷)	نزکی ترجیہ	۴۱۴	۰	۰
(۱۸)	مصارف تیم بیار	۵۸۷	۴	۰
(۱۹)	ڈاک خرچ	۳۲۴	۱۱	۹
(۲۰)	امانت (ادائیگی)	۲۵	۰	۰
(۲۱)	قرض	۵۹۰۰	۲	۶
(۲۲)	دست گرداں	۲۰۴۹۸	۱۰	۷
(۲۳)	متفرق	۱۱۵	۱	۶
	میزان کل	۸۰۹۸۱	۱۰	۷

	روپے	آنے	پائی
میزان کل آمدنی از ۱، اپریل ۵۴ء تا ۳۱ مارچ ۵۵ء	۱۰۳۷۹۱	۱۰	۲
" صرف " " "	۸۰۹۸۱	۱۰	۷
بقایا جو موجود ہے:	۲۲۸۰۹	۱۵	۷

نوٹ:۔ دست گرداں "رقمیں وہ ہیں جو کارکنوں کو جماعت کی ضروریات کے لیے وقتاً فوقتاً علی الحساب دی جاتی رہیں، اور بعد میں حساب لے کر ان کی واپسی کا اندراج کر دیا گیا۔ لہٰذا آمدنی اور خرچ میں دست گرداں کے نام سے جو رقوم درج ہیں ان کی نوعیت محض حسابی ہے۔ سال گذشتہ کی واقعی آمدنی ۸۹۹۰۱ روپے ۳ آنے، ۲ پائی ہے اور واقعی خرچ ۶۰۴۸۳ روپے ... نیز اصل بقایا ۲۸۵۸۷ روپے ۱۵ آنے، ۷ پائی ہیں جس میں سے ۵۷۷۸ روپے ابھی کارکنوں کی تحویل میں علی الحساب ہیں اور ۲۲۸۰۹ روپے ۱۵ آنے، ۷ پائی نقد موجود ہیں۔

ہماری مشکلات

ارکان جماعت کی کمزوریوں میں ایک حد تک کمی ہو جانے کے علاوہ ہماری باقی مشکلات تقریباً علیٰ حالہٖ قائم ہیں۔ نہ ضرورت کے مطابق ابھی تک کارکن فراہم ہو سکے ہیں، نہ جنگ کی پیدا کردہ مشکلات میں ہی کوئی کمی ہوئی ہے، اور نہ ہمارے ذرائع و وسائل میں اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ اس گرانی کے باوجود ہم اپنی اسکیم کے مطابق کام کو آگے بڑھا لے جائیں۔ اس کے برعکس امیر جماعت کی خرابی صحت اور مسلسل بیماری اور تکلیف نے بیشتر کاموں کو تو بالکل روکے رکھا اور باقی کاموں کو اس رفتار سے آگے نہ بڑھنے دیا جس سے وہ موجودہ وسائل کے ساتھ بھی آگے بڑھائے جا سکتے تھے۔ امیر جماعت کے بائیں گردے میں پتھری ہے۔ علاج کے سلسلے میں سال کا کافی حصہ انھیں لاہور اور دہلی گذارنا پڑا۔ کچھ بار بار طبی مشورے کے لیے باہر جاتے رہے۔ چار ماہ مسلسل کام بند رکھا اور اس کے بعد بھی بیماری نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ اب فیصلہ کیا ہے کہ اس اجتماع کے بعد گردے کا اپریشن کرا دیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں تا دیر اپنے دین کی خدمت اور ہماری رہنمائی کے لیے زندہ و سلامت رکھے۔

امیر جماعت کے بعد مولانا امین احسن صاحب بھی تقریباً سارا سال نیم بیمار رہے۔ ان کو بار بار دوران سر کے دورے پڑتے رہے، اور اب تک تقریباً وہی حال ہے اور وہ جم کر کوئی کام نہیں کر سکے۔ مرکز میں کام کی زیادتی کو دیکھ کر اور آئندہ درسگاہ اور دوسرے نئے کاموں کی ابتدا کے لیے دہلی کی جماعت سے تین رفقا مستقل طور پر دارالاسلام منتقل ہوئے لیکن ان میں سے ایک گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے زیادہ عرصہ نہ ٹھیر سکے۔ اور غازی عبدالجبار صاحب بجائے اس کے کہ درسگاہ کے سلسلے میں کوئی قدم اٹھاتے امیر جماعت کی بیماری کی وجہ سے انتظامی کاموں اور بیت المال کے حساب کتاب اور کاغذ اور پریس کی بھاگ دوڑ سے ہی فرصت نہ پا سکے۔ تعمیرات کے کام کے لیے حسن صاحب کو خاص طور پر Spare کیا گیا تھا وہ اپنے خاندان میں یکے بعد دیگرے اموات اور گھر کی دوسری مشکلات

کی وجہ سے تقریباً متواتر غیر حاضر رہے اور یہ کام بھی غازی صاحب ہی کے ذمہ کرنا پڑا۔

تعمیرات کے سلسلے میں صرف دو کوارٹروں کا کام تجربۃً شروع کیا گیا تھا لیکن یہ کام کرنے سے معلوم ہوا کہ جب تک ہمارے پاس اس کام کو اچھی طرح جاننے والا آدمی نہ ہو اور ہم اپنے بھٹے کا انتظام نہ کرلیں اس کام کو کرنا ہمارے لیے قطعاً ناممکن ہے۔ گذشتہ سال بھر میں بمشکل اور ایک کثیر رقم صرف کرنے کے بعد ہم صرف دو کوارٹر، تربیت گاہ کیلئے کچن، کھانے کا کمرہ اور دارالمطالعہ بنانے کا انتظام کرسکے ہیں اور اس سلسلے کے کچھ کچے کوارٹر زیر تجویز ہیں جن کے لیے کچی اینٹیں بنوائی گئی ہیں اور چھت پھوس کی ڈالی جائے گی۔

منفرد ارکان کی مشکلات

ارکان کی مشکلات میں بھی کوئی کمی نہیں ہوئی اور نہ ان میں کسی کمی کی اس وقت تک کوئی توقع کرنی چاہیے جب تک کہ اپنے ماحول اور سوسائٹی کو بدل کر ہم اپنے ڈھب پر نہیں لے آتے۔ دریا میں رہتے ہوئے اس کی رو کے خلاف چلنے سے مزاحمت کا پیش آنا ایک فطری چیز ہے۔ جب آپ پوری سوسائٹی کے رجحانات، طور طریقوں اور چلن کے خلاف چلیں گے تو ہر ہر قدم پر ٹکر ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ غلط اصولوں پر قائم نظام زندگی میں ہمیں اگر مشکلات پیش نہ آئیں تو تعجب کرنا چاہیے نہ کہ ان کے پیش آنے پر۔ البتہ ارکان کو یہ بات ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے کہ مشکلات اور مزاحمتوں کو خواہ مخواہ دعوت کبھی نہ دیں بلکہ اپنی طرف سے حتی الامکان بچکر چلنے کی کوشش کریں۔ مومن ایک دانا اور حکیم انجینیر کی طرح دین کی سڑک کو رضائے الٰہی کی منزل تک لے جاتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ماہر فن انجینیر پہاڑوں اور دریاؤں اور نالوں سے خواہ مخواہ لڑکر اپنی قوت اور سرمایہ ضائع کرنے کے بجائے اپنی سڑک کو پہاڑوں کے دامن کے ساتھ ساتھ، وادیوں کے کناروں پر چھوٹے پایاب نالوں میں Gap بناکر اور دریاؤں پر پل باندھ کر آگے گذر جاتا ہے اور صرف ان پہاڑوں کو توڑنے اور ان ندی نالوں کو پاٹنے پر قوت و سرمایہ صرف کرتا ہے جہاں ایسا کیے بغیر آگے بڑھنے کی کوئی شکل نہ ہو یا اس کی سڑک کے لیے آئندہ نقصان کا موجب ہو سکتے ہوں۔ صراط مستقیم کے معماروں اور انجینیروں کو بھی اسی حکمت و دانائی

سے کام کرتا ہے اور اپنے فن کا زور دکھانے کیلئے رکاوٹوں کو پیدا نہیں کرتا اور نہ مشکلات کو دعوت دیتا ہے بلکہ جو فی الواقع موجود ہیں ان سے بھی حتی الامکان ٹکرائے بغیر آگے نکل جاتا ہے۔ ہاں جہاں کوئی بالکل ہمارا راستہ روکنے ہی پر تل جائے اور ہمیں اور دوسرے بندگانِ خدا کو حق پر چلنے ہی نہ دینا چاہتا ہو تو تصادم ناگزیر ہے لیکن اس کا فیصلہ جماعت کا کام ہے نہ کہ کسی ایک رکن یا مجموعہ ارکان کا۔

اس سال ہمارے مختلف ارکان کو قوم و برادری کے غیر شرعی اور بے بنیاد طور طریقوں کو ترک کر دینے پر بعض جگہ قتل کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ بعض جگہ شہر بدر اور برادری سے اخراج کے ڈراوے دیئے گئے اور بعض جگہ رشتے ناطے اور عمر بھر کے تعلقات منقطع کرلیے گئے اور بعض کی بیویوں نے ساتھ چھوڑ دیا لیکن الحمد للہ کہ کسی ایک رکن کے بھی پائے ثبات میں ذرا فرق نہ آیا بلکہ یہ سب کچھ ان کے ایمان وعقیدہ کو زیادہ پختہ ہی کر دینے کا موجب ہوا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے، ہماری کمزوریوں کو دور کرے اور اپنی رضا و خوشنودی کے لیے ہمیں جینے اور مرنے کی توفیق بخشے۔ ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار۔

نوٹ: اب تک جماعت کے جو کل ہند یا صوبائی اجتماعات منعقد ہوتے رہے ہیں ان کی رودادیں رسالہ ترجمان القرآن میں بالعموم مفصل درج ہوتی رہی ہیں اس لیے اب کے بھی ارکان جماعت اور ناظرین ترجمان القرآن کو رسالے میں روداد اجتماع الہ آباد کی مفصل اشاعت کا انتظار ہوگا اور بعض احباب کی طرف سے اس کا تقاضا شروع بھی ہوگیا ہے لیکن رسالے کی موجودہ ضخامت اور کاغذ کی شدید کمی کی وجہ سے اس مرتبہ رسالے میں مکمل روداد کو شائع کرنا ممکن نہیں۔ لہذا ناظرین ترجمان القرآن اگر اجتماع کی مفصل روداد معلوم کرنا چاہیں تو وہ اسے جماعت کے مرکزی مکتبے سے طلب کرکے ملاحظہ فرمائیں وہاں سے یہ عنقریب دستیاب ہو سکے گی۔ رسالے میں صرف سالانہ رپورٹ درج کر دی گئی ہے تاکہ صرف رسالہ مطالعہ کرنے والے حضرات بھی جماعت کے سال بھر کے کام کو بالاختصار معلوم کرسکیں۔

خاکسار

طفیل محمد قیم جماعت اسلامی

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶) وہی آئندہ اپنے حلقے کے قیم کی حیثیت سے کام کریں۔ ہر حلقے کی جماعتیں اور منفرد ارکان اپنی ماہوار رپورٹیں مرکز میں بھی روانہ کریں اور ان کی نقلیں اپنے علاقہ کے قیم کو بھی بھیجیں۔

(۲) یہ حلقہ وار قیم صاحبان اپنے حلقوں میں حتی الامکان وہی فرائض انجام دیں گے جو صوبہ وار قیم اپنے صوبوں میں انجام دیتے ہیں۔ اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو روداد جماعت اسلامی حصہ سوئم صفحہ ۲۰۔

(۳) مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری صرف صوبہ مدراس کے قیم ہوں گے۔ ریاست حیدرآباد اور ریاست میسور اور صوبہ بمبئی کی جماعتیں، منفرد ارکان اور ہمدرد اپنے علاقہ کے قیموں کی نگرانی و رہنمائی میں کام کریں گے۔

۴۔ آئندہ اجتماع عام کا فیصلہ

(۱) آئندہ اجتماع عام (سالانہ اجتماع) کی شکل، پروگرام اور مقام کا فیصلہ کرنے کے لیے ۱۰ اگست ۴۶ء میں مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد کیا جائے گا۔ اجتماع کے سلسلے میں جو مختلف تجاویز ہمارے سامنے ہیں وہ مختصراً درج ذیل ہیں اور ان کا آخری فیصلہ اگست کی مجلس شوریٰ میں ہوگا۔

ا۔ فی الحال کچھ عرصہ کے لیے اجتماع عام کی موجودہ شکل ہی کو برقرار رکھا جائے۔ یا

ب۔ ہر صوبے کا الگ الگ صوبہ وار اجتماع کیا جایا کرے اور ان اجتماعات کا پروگرام ایسا رکھا جائے کہ امیر جماعت اور ان کے ساتھی مہینے ڈیڑھ مہینے کے ایک ہی دورے میں تمام اجتماعات میں شریک ہو سکیں اور ملک کا دورہ بھی ہو جایا کرے۔ اس صورت میں اجتماع عام منعقد کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، بلکہ ہر سال ایک مرتبہ مرکز میں سارے ملک کا ایک نمائندہ اجتماع کر لینا کافی ہو سکتا ہے جس میں صرف مختلف حلقوں کے نمائندے شریک ہوں۔ تمام ملک کے ارکان کا اجتماع عام ہر تیسرے سال یا ہر پانچویں سال منعقد کیا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں ارکان جماعت جو مشورہ دینا چاہیں ان کو چاہیے کہ ۱۵ جولائی تک اپنے مشورے اور دلائل سے ہمیں مطلع کر دیں۔ مذکورہ شکلوں کے علاوہ کوئی اور شکل کسی کے سامنے ہو تو اس پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔

مطبُوعات

مولانا ابوالکلام آزاد مولفہ جناب مولانا ابوسعید صاحب بزمی، ایم، اے شائع کردہ: اقبال اکیڈمی، بیرون موچی دروازہ، سرکلر روڈ، لاہور۔ گردپوش، جلد، کاغذ، کتابت، طباعت مناسب۔ صفحات ۱۱۶۔ قیمت عہ

مولانا آزاد قلم کے شہسوار، اردو کے بلند پایہ ادیب، اور فن خطابت کے ساحر ہونے کی وجہ سے آغاز شباب ہی میں دس کروڑ دلوں پر حکومت کر چکے ہیں۔ مگر "کانگریسی سیاست" میں اپنی پوری شخصیت دیدینے کے بعد احیائے دین کا کام تو چھوٹا ہی تھا "مسلمان قوم" بھی ان سے بگڑ گئی۔ اس ٹریجڈی کے پس منظر میں بزمی صاحب نے مولانا کی بلند پایہ شخصیت پر یہ مقالہ لکھا ہے۔ اس مقالہ کو انھوں نے لکھنا تو تنقید و تبصرہ کی نیت سے چاہا تھا، مگر گر گئے "قصیدہ گوئی" اور قصیدہ کے خطوط پر جو سیرت نگاری ہو وہ لٹریچر میں کسی مفید چیز کا اضافہ نہیں کرتی۔ ان کے مقالہ کو پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بزمی صاحب کبھی تو مسلمانوں سے یہ اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ: (۱) موصوف کی قابلیتوں کی وجہ سے قوم ان پر اعتماد کرے اور ان کے پیچھے چلے۔ کبھی یہ کہ (۲) وہ مولانا پر ترس کھائے اور ان کی لغزشوں کو نظرانداز کر دے۔ اور کبھی یہ کہ (۳) ان کی سیاست کو ناپسند بھی کرتی ہو تو ان کی تذلیل نہ کرے۔ شاید وہ یہ تینوں باتیں ہی کہنا چاہتے ہیں۔ مگر اپیل کے پہلے جز سے عقل عام کبھی اتفاق نہیں کر سکتی۔ لیڈرشپ کے لیے محض ذہنی بلندی اور کردار کی مضبوطی ہی دیکھنے کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ ذہن اور کردار کس نصب العین کی خدمت میں مصروف ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ مولانا نہ تو مسلم قوم کے موجودہ نصب العین کا ساتھ دے رہے ہیں، نہ اسلام کے مقصد اعلیٰ ہی کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ اس حال میں نہ "مسلم قوم پرست" ان کی قیادت سے راضی ہو سکتے، نہ خدا پرست مسلمان مطمئن! اپیل کا دوسرا جز بھی بے معنی ہے۔ اجتماعی تحریکوں کے معاملہ میں چاہنا کہ لوگ کسی بڑے آدمی کا لحاظ کر کے اسکی غلطیوں پر ترس کھائیں، ایک مضحکہ انگیز مطالبہ ہے۔ البتہ تیسرے جز کے ساتھ ہم پورے زور سے متفق ہیں اور مولانا کی توہین و تذلیل کرنیوالوں کا رویہ ہرگز پسند نہیں کرتے جس کی قیادت بھی ناپسندیدہ ہو اس کی پوری زور سے تردید کیجیے اور اس کے اصولوں کے خلاف معقول طریقوں سے شدید جنگ لڑیے، مگر اس اصولی جنگ کے لیے گالی اور خفیف الحرکتی کے اسلحہ کا استعمال کسی طرح روا نہیں ہے۔

بزمی صاحب کے مقالہ کی یہ خصوصیت خوب نمایاں ہے کہ انداز بیان بہت پرلطف ہے۔ ابوالکلام پر قلم اٹھاتے ہوئے انھوں نے خود ابوالکلام کا رنگ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ پھر چونکہ افسانوی انداز میں سیرت نگاری کی گئی ہے، اس لیے قاری مولانا آزاد کی شخصیت کو بالکل اپنے قریب محسوس کرتا ہے۔ (ن۔ص)

سرورق مطبوعہ رپن پریس لاہور